ھو

فلسفۂ الٰہیات

یعنی

جناب شمس العلما مولانا مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم

کے

وہ حکیمانہ جذبات جو عربی فارسی سنسکرت سے اخذ کیے اور حالتِ بیخودی میں الہامی اُردو کے انداز میں تحریر فرمائے

جنکو

اوراقِ پریشان سے نکال کر اس مجموعہ کی صورت دی گئی

مرتبہ

آغا محمد طاہر نبیرۂ حضرتِ آزاد

در مطبع گیلانی لاہور باہتمام منشی نظام الدین پرنٹر زیورِ انطباع یافت

قیمت عہ

ہو

فلسفۂ الٰہیات

یعنی

جناب شمس العلما مولانا مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم

کے

وہ حکیمانہ جذبات جو عربی فارسی سنسکرت سے اخذ کئے اور حالتِ بیخودی میں الہامی اُردو کے انداز میں تحریر فرمائے

جنکو

اوراقِ پریشان سے نکال کر اس مجموعہ کی صورت دی گئی

مُرتبہ

آغا محمد طاہر نبیرہ حضرتِ آزاد

در مطبع گیلانی لاہور باہتمام منشی نظام الدین پرنٹر طباعت یافت

قیمت عہ

هو

فلسفۂ الٰہیات

یعنی

جناب شمس العلما مولینا مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم

کے

وہ حکیمانہ جذبات جو عربی فارسی سنسکرت سے اخذ کئے اور حالتِ بیخودی میں الہامی اردو کے انداز میں تحریر فرمائے

جنکو

اوراقِ پریشان سے نکال کر اس مجموعہ کی صورت دی گئی

مرتبہ

آغا محمد طاہر نبیرۂ حضرت آزاد

در مطبع گیلانی لاہور باہتمام منشی نظام الدین پرنٹر طبع یافت

قیمت عمر

ھوالجمیل

خراب ساقی عشقم کہ جام جرعہ او
کلیم راکف دست و مسیح را دم سوخت

یا اللہ آج روحانی قوتیں عطا فرما کہ پروفیسر آزاد مرحوم کے "فلسفۂ الٰہیات" پر چند سطور دیباچہ لکھ سکوں۔ اے معانی سے بھرے ہوئے لفظو! کہاں ہو؟ ذرا سامنے آؤ تمکو صف در صف کاغذ کے میدانمیں آراستہ کروں، کاغذ سے یہ درخواست ہے کہ اپنا سینہ ان جواہر کے لئے کشادہ کردے۔ قلم! اب دیر نہ کر، ان جواہر ریزوں کو وجد کے ہاتھوں سے نذر چڑھا +

ادبی دنیا کے رہنما کی وجدانی زندگی کا ایک صفحہ

حضرت آزاد مرحوم کے والد ماجد علامہ محمد باقر شہید شیعوں کے مجتہد تھے۔ اور اُنکے باپ بھی، اور جہانتک کھوج نکالتے ہیں اُنکے بزرگوں میں صاحبان اجتہاد ہی نظر آتے ہیں، مولانا آزاد نے دینیات کی تکمیل گھر میں اپنے والد سے کرلی تو علوم مروجہ کے شوق نے دہلی کے عربی کالج میں پہنچایا، لیکن کالج میں مولانا کی تعلیم اس نہج پر ہوئی کہ اس نے آپکی ذہنیت کی کایا پلٹ کردی اور آیندہ انقلابات کا پیش خیمہ بنگئی، لہذا اس اجمال کی تفصیل کیلئے اور مولانا کی کیریکٹر اسٹڈی کے لئے ہم ان مراتب کو سلسلہ وار لکھتے ہیں :۔

دہلی میں نواب سید حامد علیخان صاحب مرحوم بڑی چلتی رقم تھے کہ اپنی عقل و تدبیر کے زور سے ابوظفر بہادر شاہ کے وزیر اعظم اور مختار کل بنے ہوئے تھے۔ اُنکی رئیسانہ طبیعت کو گوارا نہ تھا کہ دوسرا شخص بادشاہ کے مزاج میں دخیل ہو، ادھر یہ حال تھا کہ شہر میں مولانا محمد باقر علیہ الرحمہ اور قلعۂ معلی میں اُنکے دلی دوست حضرت ذوق کا طوطی بول رہا تھا۔ نواب صاحب موصوف کو اس کی تاب کہاں تھی۔ چنانچہ اُنھوں نے حضرت ذوق کے توڑ پر تو حضرت غالب کو پہنچایا اور مولانا کے مقابلہ میں علامہ قاری جعفری علی صاحب مرحوم کو لاکھڑا کیا۔ قلعہ میں تو کچھ بس نہ چلا لیکن شہر میں دنگا ابتدی شروع ہوگئی، رشک و حسد کی فوجیں پرے جمانے لگیں، قلعہ میں تو شعر و شاعری کا مسئلہ تھا، فقط چشمک کے

تیر کارستانیاں کرتے تھے۔ مگر یہاں مذہب کا معاملہ تھا۔ جوش و خروش کے توپچی کمریں باندھ،
کفر و الحاد کے تیر برسانے لگے۔ مباحثہ سے مناظرہ اور مناظرہ سے مجادلہ تک نوبت پہنچی۔ سب
جانتے ہیں کہ مباحثوں کی گرم بازاری میں مولویوں کا مسلک جدا ہوتا ہے۔ یہ جماعت جب ایک مرتبہ
آستینیں چڑھا کر میدان کارزار میں آتی ہے تو پھر کسی پاس و لحاظ کو دل میں جگہ نہیں دیتی۔ استاد
ہو یا شاگرد کسی کو پناہ نہیں ملتی۔ قاری صاحب مرحوم خود مولانا محمد باقر مرحوم کے شاگرد تھے لیکن عربی کالج
میں پروفیسر ہونے کی وجہ سے حضرت آزاد کے استاد ہوئے۔ اگر وقتی مصالح کی بنا پر دونوں رشتوں سے
منہ موڑ کر نواب صاحب کا دامن زریں ہاتھ میں تھام رکھا تھا۔ ملا محمد باقر، آخر استاد تھے اور شاگرد کی کمزوریوں
سے خوب واقف۔ خود تو موقع بچاتے لیکن مسائل متنازعہ میں حضرت آزاد کو تیار کر کے کالج میں بھیجتے، یہ ان
تیروں کو اپنی طرف سے منطق موشگافیوں کے زہر میں بجھاتے، پھر کالج میں جا کر شیریں زبانی اور خوش بیانی
کی کمان سے اس طرح استاد پر برساتے کہ منہ پھیر دیتے جب ان قصوں نے بہت طول پکڑا اور ہر روز نیا
شگوفہ برسر جماعت کھلنے لگا۔ تو قاری صاحب عاجز آ گئے اور سمجھ گئے کہ شاگرد کے سینہ میں میرا استاد بول رہا
ہے۔ کچھ بن نہ آئی تو پرنسپل سے کہہ کر مولانا آزاد کو دینیات کے شعبہ سے نکلوا دیا۔ پرنسپل انگریز تھا۔ ان کے
ہاں تنگ خیالی کو بار نہیں۔ اس نے مولانا آزاد سے کہا "مولوی صاحب تم اس جماعت میں نہیں رہ سکتے
تمہارا استاد شکایت کرتا ہے کہ یہ مولوی پڑھنے نہیں آتا پڑھانے آتا ہے۔ لیکن تم بڑی خوشی سے سنی
مولوی صاحب کے درس میں شامل ہو سکتے ہو۔ سنی دینیات کے پروفیسر دہلی کے مشہور عالم سید محمد صاحب
مرحوم تھے۔ اور بڑے عالم اور آزاد خیال تھے۔ انہوں نے پہلے ہی دن حضرت آزاد سے کہا "ہم نے سنا ہے
کہ تم مباحثہ خوب کرتے ہو، لہذا آج فلاں مبحث پر ہمارے سامنے تقریر کرو۔ ہم بھی تو دیکھیں کہ قاری صاحب اس قدر
نالاں کیوں ہیں"۔ حضرت آزاد نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور ایسی شستہ اور برجستہ تقریر کی کہ مولانا سید محمد صاحب
پھڑک گئے۔ اٹھ کر سینے سے لگا لیا اور کہنے لگے "ایسے ذہین اور ہوشیار انسان تو النادر کالمعدوم کا مصداق
ہیں۔ صدیوں میں جا کر کہیں ایک دو لوگ اس قسم کے پیدا ہوتے ہیں، محمد حسین! تم خاطر جمع رکھو۔ ہم تم کو پڑھائیں گے
اور خاص توجہ سے پڑھائیں گے"۔ چنانچہ مولانا نے سنی دینیات کی تکمیل مولانا سید محمد صاحب سے کی۔ اس دلخراش
واقعہ سے اتنی بات ضرور ہوئی کہ شیعہ سنی دونوں کے مذہب سے مولانا اچھی طرح واقف ہو گئے۔ اور اسلام کے
ان دو اہم اور زبردست فرقوں کی خوبیاں اور کمزوریاں دل پر روشن ہو گئیں جن کی مدد سے اس فرشتہ خصلت
انسان نے اپنے لئے ایسا راستہ ڈھونڈا جو تعصب اور تنگدلی کے کانٹوں سے صاف تھا اور ملا کہ شمع ہاتھوں
میں لئے رہنمائی کر رہے تھے۔

سچ پوچھو تو اگر تعصب کی عینک اتار دی جائے تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان دو فرقوں میں سے ایک فرقہ سراپا مجموعۂ عیوب ہے اور دوسرا از اول تا آخر گلدستۂ محاسن ہے۔ مگر آپس کی لاگ اچھائیوں سے انکار کراتی ہے اور دشمنی عیوب کو اور چمکا کر دکھاتی ہے۔ اور دونوں طرف کے مولوی اس شر میں اپنے لئے خیر ڈھونڈ لیتے ہیں۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ اپنے ذاتی فوائد کے لئے یہ مولوی لوگ خلق خدا کو کس طرح حیران کرتے اور لڑاتے ہیں +

اب مولانا کی اعتقادی دنیا میں پہلا انقلاب آیا۔ خاندانی اجتہاد کو جو قومی سرداری کا سرمایہ تھا قطعی دل سے نکال دیا۔ بلکہ مدت العمر امام بنکر نماز بھی نہ پڑھائی۔ پختہ ارادہ کر لیا کہ تعصب سے علیحدہ ہو کر کام کرنا چاہئے جس سے ملک و ملت کو فائدہ پہنچے۔ بیشک عقاید کے لحاظ سے مولانا شیعہ تھے لیکن ان عقاید کی بنیاد حضرت علی علیہ السلام کے کمالات روحانی اور درجات علوی تھے نہ کہ خلافت اولیٰ کے تباہ کن فتنہ پرداز جھگڑے، اور ان عقاید کا اثر و ثمر محبت و مودت اہلبیت طیب و مطہر تھا نہ کہ ان کے مخالفین و معاندین پر تبرا اور لعنت کی بوچھار +

اس انقلاب کے بعد دوسرا قدم مولانا نے یہ اٹھایا کہ حضرت ذوق کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ بظاہر میں تو خاندانی تعلقات اور شعر و شاعری باعث ارتباط و اختلاط تھی۔ لیکن پردے پردے میں استاد کا باطنی فیض بھی پہنچ رہا تھا۔ حضرت ذوق بڑے متوکل، صوفی، اور درویشانہ صفات کے انسان تھے۔ اسکے علاوہ مولانا خود بچپن سے اپنے گھر میں قال اللہ اور قال الرسول ہی سنتے آئے تھے۔ طبیعت نے ایک خاص رنگ اختیار کر لیا تھا۔ بہت سا وقت جو تصنیف و تالیف اور امور خانہ داری سے بچتا، درود و وظایف میں صرف ہوتا +

اسی اثنا میں غدر ۵۷ء کا محشر خیز ہنگامہ برپا ہو گیا، جس کی تصویر مولانا نے خود ان الفاظ میں ایک جگہ کھینچی ہے "فتحیاب لشکر کے فرعون بے سامان سپاہی دفعتاً گھر میں گھس آئے اور بندوقیں دکھائیں کہ جلد نکلو۔ دنیا آنکھوں میں اندھیر تھی۔ بھرا ہوا گھر سامنے تھا اور میں حیران کھڑا تھا کہ کسے اٹھاؤں اور کسے چھوڑوں۔ آخر الامر حضرت ذوق کے دیوان کا مسودہ بغل میں مارا بسجے سجائے گھر کو چھوڑ نیم جانوں کے ساتھ گھر سے بلکہ شہر سے باہر نکلا۔ غرض میں تو آوارہ ہو کر خدا جانے کہاں سے کہاں نکل آیا"۔ ان واقعات کی تفصیل ایک قیامت کا مرقع ہے۔ یہاں اسکی گنجائش نہیں۔ انشاء اللہ حیات آزاد لکھونگا تو وہاں آنسوؤں کی لڑیاں آویزاں کرونگا۔ فقط اتنا کافی ہے کہ گھر بار، جائداد، پریس، کتب خانہ، اثاث البیت، زر نقد و جنس غرض نکا تنکا پاک جھپکانے میں اپنے سے پرایا ہو گیا۔ جو گھر اور سامان سو سال میں بنایا تھا غدر کی بجلی نے ایک آن میں فنا کر دیا۔ خاصکر کتب خانہ کہ ہندوستان بھر میں اسکی نظیر ملنا مشکل تھی۔ ان سب پر طرہ یہ کہ علامۂ باقر مجتہد شہید ہو گئے۔ بچے تو بچے گو لونکی بھینٹ چڑھ گئے۔ جنکے کفن دفن کا انتظام جسطرح ہوا اللہ بہتر جانتا ہے۔ اللہ اکبر سو سو پردوں میں بیٹھنے والی بیبیاں، بے برقعہ اور بے چادر جنگل میں حیران پھرتی تھیں نہ آسمان ٹوٹکر ان کی مشکل آسان کرتا تھا نہ زمین پھٹکر ان کی پردہ پوشی کا ذمہ لیتی تھی +

اے امن وامان کے نشہ میں مخمور دوستو! ذرا سی دیر کے لئے ان باتوں کو اپنے دماغوں میں جگہ دو۔ پھر معلوم ہوگا کہ جس انسان پر یہ حادثات گذرے ہوں، وہ دنیا اور دنیا والوں سے کیا دل لگائیگا؟ بے ثباتی عالم کی تحقیق میں یہ دوسرا قدم تھا جو مولانا نے اُٹھایا اور پھر جیتے جی اس بیوفا دنیا کی طرف توجہ نہ کی۔ مرتے دم تک اسے منہ نہ لگایا بلکہ صرف اسقدر تعلق رکھا کہ رفع الوقتی ہو جائے اور مشاغل علمی و روحانی میں کوئی فرق نہ آنے پائے +

آخرکار آوارگی اور سراسیمگی کا زمانہ ختم ہوا۔ جو تمام کا تمام درویشانہ لباس اور وضع میں بسر ہوا۔ اکثر راتیں درویشوں ہی میں گذاریں۔ اکثر ایام خانقاہوں ہی میں بسر کئے۔ آخرالامر ڈھیانہ ہوتے ہوئے لاہور آئے اور استقلال نصیب ہوا۔ اور یہاں آکر زیادہ تر توجہ علمی مشاغل اور قوم کی بہبودی کی طرف مبذول کی۔ مگر ذکر و اذکار درود و وظائف جو ان کی عمر بھر کی کمائی تھی اب اس حالت میں بھی دم کے ساتھ تھے کبھی اُن سے غافل نہ رہتے۔ ہاتھ پیروں کو دنیا والوں کی بھلائی میں اور دل و دماغ کو معبود حقیقی کی یاد میں لگائے رکھتے تھے +

علمی مشاغل میں زبانوں کی تحقیق اور بال کی کھال نکالنے میں جو کمال مولانا کو حاصل ہوا، وہ سب پر روشن ہے۔ اسی سلسلہ میں عربی فارسی سنسکرت ژندپاژند، اور خدا جانے کن کن سمندروں میں شناوری کی، اور جو موتی اس غواص نے کھوج نکالے، تصانیف متعددہ میں اپنی آب و تاب سے ناظرین کی نگاہوں کو خیرہ کر رہے ہیں۔ عیاں راچہ بیاں ؟ اس تحقیق میں ان قوموں کی ابتدائی زندگیاں، روحانی کمالات، جذبات و احساسات، عبادت کے طور طریقے، سب ہی کچھ سامنے آئے اور دماغ کے نگارخانہ میں محفوظ رہتے رہے خصوصاً ان اقوام کے علوم روحانی اور ذخائر تصوّف کبھی علمی حیثیت سے کبھی وجدانی رنگ میں، اور کبھی حکیمانہ شان میں، غرض مختلف صورتوں میں مولانا کے سامنے آتے رہے اور اپنی طرف کھینچتے رہے۔ عربی فارسی تو گھر کی دولت تھی منطق اور فلسفہ یونان نوک زبان تھا۔ تصوّف کا درس بچپن سے ازبر تھا۔ مگر سخندان فارس نے ژندپاژند اور سنسکرت کے روحانی فلسفہ سے بھی آگاہی دی جس کا ایک ہلکا سا نقش سیاک و تماک میں موجود ہے +

غرضکہ یہ تمام واقعات کچھ اس ترتیب سے جمع ہوتے رہے کہ روحانی ذوق و شوق کو بڑھاتے ہی رہے۔ دوسری جانب دنیا کی بے ثباتی رات دن صفحۂ دل پر سطرح نقش کا لحجر ہوتی رہی۔ کہ اس مردار کی طرف کبھی توجہ ہی نہ ہوئی۔ ادنیٰ سی بات یہ ہے کہ پندرہ سولہ بچے مولانا کے ہاں پیدا ہوئے اکثر پڑھے، جوان ہوئے، پروان چڑھے مگر قریب قریب سب آنکھوں کے سامنے خاک کا پیوند ہوگئے۔ لیکن در پردہ یہ تمام واقعات روحانی عمارت کیلئے مواد کا کام دیتے رہے اور طبیعت کو زیادہ لگاؤ اسیطرف ہوتا گیا۔ ۱۸۶۵ء میں ایک سرکاری ضرورت سے کابل، سمرقند، بخارا، اور وسط ایشیا کا سفر کرنا پڑا، تو وہ بھی قلندرانہ طریقہ اور لباس میں کیا، وہاں کے صاحب حال بزرگوں سے ملے اُن کو دیکھا بھالا اور جب علمی مشاغل سے فارغ ہوتے تو جس طرح زبانوں کے کھوج نکالتے ہیں، اس روحانی فلسفہ کے سراغ کے درپے ہوئے اور مختلف ممالک کے فلسفوں کو بڑی

خوبی کے ساتھ ایک دوسرے سے پیوست کرتے - چنانچہ اس بات کا بہت کچھ ثبوت ناظرین کو اسی کتاب میں
ملیگا۔ مگر یہ باتیں اکثر اکیلے میں ہوتیں اور خاص اپنی ذات کیلئے مخصوص تھیں اور دوں سے اسکا کچھ واسطہ نہیں +
ایک دفعہ ایک تختی لائے جو شاید اب بھی ملتی ہو وہ روحونکو بلاتی تھی - روحیں سوالات کا جواب پنسل سے لکھدیتی
تھیں - مگر یہ بہت ابتدائی باتیں ہیں - کچھ دنوں بعد اُسے پھینک دیا - اور بغیر کسی خارجی مدد کے، خود فرماتے کہ
وہاں کی یا فلاں جگہ کی رُوح آئی ہے - پہلے خود سوال کرتے، پھر تھوڑی دیر خاموش رہتے، بعد ازاں تعجب کے لہجہ
میں اس بات کا جواب دیتے - اور کہتے "اچھا! تو یوں ہے" معلوم ہوتا تھا کہ کوئی غیر شخص بہت ہی آہستگی کے
ساتھ اُن سے کچھ کہہ رہا ہے یا دل و دماغ میں اُن باتوں کا جواب اُتر رہا ہے جس کو یہ اپنے دل و دماغ کا نتیجہ نہیں
سمجھتے بلکہ کسی اور قوت کا اثر سمجھتے ہیں - مگر یہ سب باتیں اُس وقت کی ہیں جب گورنمنٹ کالج لاہور میں لکچرار
تھے - احباب و آشنا سے ملتے تھے سارے کام حسب معمول کرتے تھے - باینہمہ طبیعت میں ایک لٹک سی پیدا
ہو چلی تھی - اور اکثر اوقات تنہائی میں آپ ہی آپ باتیں کیا کرتے تھے - اسی حال میں ۱۸۸۵ء کے آخر میں ایران
کا سفر کیا، جہاں سے واپس آکر سخندانِ فارس مکمل کیا، سفرنامہ اور لغت کا مسودہ بنا کر لائے - یہ سب چیزیں تو دنیا
والوں اور اہلِ ملک کیلئے تھیں - اپنے لئے جو کچھ لائے وہ دماغ میں محفوظ تھا - پھر کالج میں آکر لکچر دینے لگے +
اکبری دروازہ کے باہر کتب خانہ آزاد قایم کیا جسمیں چیدہ چیدہ اور نایاب کتابیں قرینے سے سجائی تھیں - ظاہر
میں یہ سب کچھ تھا لیکن باطن میں دوسرا رنگ غالب آجاتا تھا - دریں اثنا مولانا کی ایک چہیتی اور لاڈوں کی پالی
فاضلہ بیٹی کا انتقال ہو گیا جو بقول مولانا اُن کے علمی مشاغل میں اُنکی مشیر اور دست راست تھی - اس واقعہ نے قلب پر
بہت اثر کیا اور اس دنیا سے بالکل جی اُچاٹ ہو گیا، مگر وہ رہے ضبط! منہ سے اُف نہ کی، دامن صبر ہاتھ سے نہ
چھوٹا - لیکن دنیا سے جو ذرا بہت لگاؤ تھا سب جاتا رہا - اس دہرِ فانی کی بے ثباتی کا نقش جلی حرفوں میں سینے
پر لکھا گیا اور اُسے مطالعہ کرنا مولانا کا خاص مشغلہ ہو گیا +

آخر کار وہ دن آگیا جبکہ ساغرِ دل مختلف قسم کی شرابوں سے سراپا معمور ہو گیا ع پیمانہ بھر چکا تھا چھلکنے کی دیر تھی
سو اس کے لئے ایک بہانہ مل گیا - قدرت نے وہ سامان بھی پیدا کر دیا ۱۸۸۹ء کے لگ بھگ لاہور میں ایک
درویش سید دھیان شاہ چشتی تشریف لائے جو کبھی سالک تھے اور کبھی مجذوب - پاس ہی نو میں کوٹ میں قیام کیا
بعض اوقات اچھی خاصی باتیں کرتے - جاننے والوں سے صاحب سلامت بھی کر لیتے لیکن بعض اوقات بالکل آپے
سے باہر ہو کر نہ جانے کیا کیا سنا دیتے - عموماً لوگ ان سے بات نہ کرتے تھے - مولانا کو بھی تقدیر اُدھر لیگئی - سید صاحب بہت
محبت اور شفقت سے ملے جو کچھ نذرانہ یا پیشکش مولانا لیجاتے، وہ قبول فرما لیتے - بعد چندے راز و نیاز کی مجلس گرم
ہونے لگیں تخلیہ کی ان صحبتوں کا جو نتیجہ ہونا چاہئے تھا بہت جلد ظہور میں آگیا کہ مولانا باینہمہ علم و فضل دیوانگی و وارفتگی

کے ہمدوش ہو کر محبت کے کوچہ و بازار میں رسوائی کا تمغہ لگائے پریشانی کا ٹیکا ماتھے پر لگائے پھرتے - جذب کامل کا علم ہاتھ میں لئے بآواز بلند یہ شعر پڑھتے ہوئے مارے مارے پھریں ؎ اگرئی کا ہے گماں شک ہے ملاگیری کا + رنگ لایا ہے دوپٹہ ترا میلا ہو کر

ایکدن مولانا کالج سے پڑھا کر نکلے تو بجائے گھر آنے کے نویں کوٹ چلے گئے - ابھی چند قدم کا فاصلہ تھا کہ سید صاحب نے نظر اٹھا کر دیکھا مسکرائے اور فرمایا "جا محمد حسین جا تیرے لئے دہلی کا حکم آیا ہے دلی چلا جا" خدا جانے اس اک نگہ ناز میں کیا جادو تھا - اور اس اک فقرہ میں کیا تاثیر تھی جسنے آزاد کو اپنا اسیر بنا لیا - گویا یہ بات جو سید دھیان شاہ کے منہ سے نکلی اک بجلی تھی جسنے صبر و سکون، ہوش و حواس، تمدن و وضعداری، علمیت، تجربکاری، سب کو خاک سیاہ کر کے اس جسم خاکی میں وہ کیفیت پیدا کر دی جسکی ادنی جولانگاہ دار و رسن ہے صحرا نوردی جس کا معمولی سا کرشمہ ہے جسمیں تلوار کے وار کو ایک دلفریب ادا ظلم و جفا کو عین وفا خیال کیا جاتا ہے، تغافل کا رواج ہے بے تعلقی کا چلن ہے +

الغرض بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید والی بات ہو گئی حضرت آزاد اسیوقت پیدل دلی کیطرف روانہ ہو گئے پٹیالہ وغیرہ ہوتے ہوئے جنگل بیابانوں سے گذرتے ہوئے دلی پہنچے مگر عجیب شان سے پہنچے سر سے پگڑی غائب پیر میں جوتا ندارد، حال حیران پریشان، ایک آناً فاناً میں تمام دلی میں شور مچگیا کہ شمس العلما مولوی محمد حسین صاحب اس حال میں وارد شہر ہوئے ہیں - ایک دنیا تھی کہ آپکو دیکھتی تھی اور انگشت بدنداں تھی - رشتہ دار و نکو ستن کر یقین نہ آتا تھا جب آنکھوں سے دیکھتے تھے تو بے اختیار روتے تھے کہ "ہائے یہ کیا ہو گیا ہائے اب کیا ہوگا" منت سماجت کرتے کہ برائے خدا گھر چلیئے - مگر یہاں کون سنتا تھا - کبھی قدم شریف کبھی استاد ذوق کی قبر کبھی شہر کبھی جنگل، جہاں مستوں کا من کہتا وہیں جاتے اور دن گذارتے، بہت بھوک لگتی تو کسی دوکان سے مٹھی بھر چنے اٹھا لئے وہ بھی کئی کئی دن کے بعد - لوگ کھانے اور مٹھائیاں پیش کرتے مگر مولانا نگاہ اٹھا کے بھی نہ دیکھتے ادھر کا حال سنیئے گھر والے سب لاہور میں حیران سرگرداں تھے کہ مولانا کہاں گئے - آخر دلی سے خبر آئی تو اک کہرام مچگیا، والد ماجد مرحوم دہلی گئے - ڈھونڈا، بہت کچھ سمجھایا کہ خدا کے لئے گھر چلیئے - مگر ایک نہ مانی - آخر والد صاحب ملازمت سے مجبور تھے واپس چلے آئے - اس عرصہ میں وہ جذبہ، سکون کی طرف مایل ہو چلا تھا - ان کے بچپن کے دوست شمس العلما منشی ذکاء اللہ صاحب مرحوم منا بر جا کر اپنے دولت خانہ پر لے آئے تقریباً ایک سال تک مہمان رکھا، اور وہ وہ ناز برداریاں کیں کہ اس زمانہ کی دوستی اور محبت اُن پر قربان ہے - خود اور سارا گھر گویا اُن کے حکم کے پابند تھے - اس عرصہ میں طبیعت نے بہت کچھ قرار پکڑ لیا تھا اور سید دھیان شاہ والی کیفیت ہو گئی کبھی سالک تھے کبھی مجذوب، چنانچہ والد صاحب دہلی گئے اور اپنے ساتھ لے آئے - اب مولانا اپنے علیحدہ مکان میں رہنے لگے - آس پاس الماریوں میں کتابیں سجا دیں درمیان میں پلنگ، ایک گوشہ میں چھوٹا سا بوریا، اس پر فرش کاغذ قلم دوات سب کچھ پاس رکھکر بیٹھتے، صبح شام دہی پیتے، پیاز۔ پانچ میل سیر کو جنگل یا باغوں میں جاتے

جہاں ہر پتہ اُنکا مخاطب تھا۔ ہر درخت اُن سے بات کرتا تھا۔ نسیم کا ہر جھونکا اُن کے لئے نئی خبریں لاتا تھا۔ اور پھولوں کی خوشبو خدا جانے کس کا پتہ دیتی تھی۔ غرض کہ صبح و شام کی تفریح اُنکی زندگی تھی، راہ میں کوئی ملتا اور سلام کرتا تو جواب دیتے اور کھڑے ہو کر اُسکے لئے دعا کرتے اور روانہ ہو جاتے۔ دونوں وقت گھر پر کھانا کھاتے آم اور خربوزے سے بہت رغبت تھی +

یہ تاریخ بھی اُس چھاپہ خانہ کی جس میں سے ایسی کتابیں نکلی ہیں جنہوں نے اُردو کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ مولانا مرحوم اگر یورپ یا امریکہ میں ہوتے تو اُنکی زبان سے نکلا ہوا اک اک حرف قلمبند کیا جاتا۔ اور اُنکے ذریعہ دماغی اور روحانی ترقیات اور کیفیات کے مدارج معلوم کئے جاتے لیکن یہ ہندوستان ہے جہاں لوگ زیادہ تر مذہبی رسومات کے گرد یدہ ہیں نہ کہ مذہب کے۔ اور انہیں ساختہ پرداختہ رسومات پر کٹے مرتے ہیں + یہ تمام کیفیات گویا مولانا کی ذہنیت کے ابتدائی مراحل سے لیکر انتہائی معراج تک کی ایک مجمل مگر سبق آموز تاریخ ہے۔ اس کتاب کے متعلق نہ کچھ لکھونگا نہ لکھ سکتا ہوں یہ دیباچہ ہے، وہ کام مقدمہ لکھنے والے کا ہوگا جس کی قسمت میں لکھا ہے وہی اس عزت سے سرفراز ہوگا۔ چند الفاظ اُن لوگوں کے لئے لکھدونگا جو آجکل نئی روشنی کے تیل سے علم کا چراغ روشن کئے بیٹھے ہیں وہ اسے مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقیع نہ سمجھینگے۔ اس دیباچہ کو غور کے ساتھ پڑھیں پھر کتاب کو چھوئیں +

اس کتاب میں، اُردو زبان میں، الہامی طرز میں، (جو اُردو میں شاید بےنظیر ہے) مختلف باتیں دیکھینگے کچھ حصہ تو دعائیں اور التجائیں ہیں۔ بعض عقاید کی بحثیں ہیں، اور عقلی نظریات ہیں جو مختلف زبانوں میں موجود تھے اُن کو آپس میں مولانا نے متوازن کیا ہے۔ طرز تحریر جلد جلد بدلتی ہے۔ اس سے گو ابتدا میں ذرا اُلجھن ہوگی لیکن بیدل نہ ہونا چاہیئے، اس نئی طرز کی اُردو کو دو چار دفعہ سنبھلکر پڑھو تو مشکلات حل ہو جائینگی +

مولانا نے یہ کتاب عالم خود فراموشی میں لکھی ہے۔ اسلئے ہر اُس شخص کے لئے یہ کتاب ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جو دقیق النظر ہونے کے علاوہ نفسیات سے بھی کچھ لگاؤ رکھتا ہے۔ کیونکہ مولانا نے اس کتاب کو اس رنگ میں لکھا ہے گویا یہ تمام مضمون کوئی دوسری قوت لکھوا رہی ہے۔ وہ خود کچھ نہیں لکھتے +

اب خدا تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں کہ یا اللہ! اپنے اُس مست کو جو دنیا کی آزمایش اور امتحان میں پورا اُترا اور جس نے تجھے پا لیا۔ اُس کی ایک نگہ مستانہ کو اس بدست کی طرف بھی پھیر دے۔ شاید یہ بھی پارس ہو جائے ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند ۔۔۔ آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

لاہور۔ ۲۴ مارچ ۱۹۲۶ء

دعا کا محتاج

طاہر نبیرہ آزاد

شمس العلما مولوی محمد حسین صاحب آزاد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پتماکا جامیا (راہ آگاہی)

اب بھی جو تو ہم سے لے تو ہم تجھے دیں۔ تو ہم سے لے اوروں کو دے یہی ہے
دنیا کی راہ ہم نے تجھکو دیا۔ تو اوروں کو دے کہ وہ تجھکو لیں۔ اور تجھ سے مستعار
نہ لیں منتقل نہ لیں وہ لیں کہ راسخ ہو دل میں۔ اور جو لیں وہ ایسا لیں کہ اوروں کو
دیں۔ اور یہ لیں دین چلا جائے۔ جب تک کہ جائے۔ اور جائے۔ اور جائے۔

یہ ہے ہماری راہ آہ آہ اہ اہ ہ ہ ہ ہ ...

ایک یہ دن ہے کہ تو ہے۔ ایک دن ہے کہ تو نہ ہو۔ تو ہو تو اور ہو۔ اور کچھ ہو
اور اور سے اور ہو۔ ہو۔ اور ہو۔ اور ہو۔ ہم ہوں اور تو۔ اور اور نہ ہو۔ پھر بھی ہم تجھے
دیں۔ اور تو ہو کہ لے۔ اور لے اور لے۔ ہم کہیں یہی ہے؟ تو کہے ہاں ایشور یہی

ہے۔ ہم کہیں، کیوں ہم نے کیسا دیا؟ تو کہے۔ مہاراج جو کہا تھا اس سے زیادہ دیا!
ہم کہیں ابھی اور دینگے۔ تو کہے۔ مہاراج آپ ایسے ہی ہیں۔ اور اس سے زیادہ ہیں!
ہم کہیں زیادہ ہیں تو اِس سے زیادہ لے۔ تو کہے۔ زیادہ ہو تو پھر میں کیا کروں؟
ہم کہیں۔ اور لے۔ تو کہے مہاراج دوں کسے؟ کوئی ہے نہیں۔ ہم کہیں دیکھ۔
ہم انہیں ایسا کریں گے کہ یہ بہ تنگ ہو جائینگے۔ اور کہیں گے۔ جیتے ہیں مرتے نہیں
جیتے ہیں مرتے نہیں۔ ہائے کیونکر مریں؟ مرے مرے مرے۔ ارے مرے
مرے مرے۔ ارے غضب رے! ارے غضب رے! کیسی ہوئی؟ کیسی ہوئی؟
ہے ہے بری ہوئی۔ ہے ہے بری ہوئی۔ یہ تو بری ہوئی۔ بری بری بری
آہ آہ ہائے ہائے ہا ہا ہ ہ ہ ہ ہ
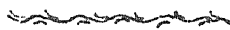
اے صادق القول نفس ناطقہ کہہ

اَے سہارا دینے والے! تو نے ہمیں دیا۔ ہم نے تجھ سے لیا۔ تو ہے دینے والا

۔ یہ ہے ناطقہ لینے والا۔ میں ہوں بیچ میں۔ جو تو دیتا ہے مَیں لیتا ہوں۔ میں لیتا

ہوں اور کہتا ہوں۔ یہ کیا ہے؟ تو کہتا ہے؟۔ ہاں یہ وُہی ہے جو ہم نے کہا تھا۔

اے میرے ایشور تو نے وہی کیا جو کہا تھا۔ میں وہ نہیں کر سکتا جو وعدہ دیا تھا

۔ ہاں تو ہو میرے وَعدہ کا پورا کرنے والا اے میرے ایشور۔

نفس ناطقہ خود کہتا ہے۔ نفس ناطقہ کہتا ہے۔

اے میرے ایشور تو کر میرا وعدہ پورا۔ میں تو ہوں اپنے کام میں کوتاہ۔ جو تو نے

لکھوایا تھا میں نے لکھا تھا۔ اب میں آپ لکھوں تو کیا لکھوں؟ اے میرے

بندے ہم لکھواتے ہیں تو لکھ۔ ہم جانتے ہیں تُو لکھے گا وہی جو ہم کہتے ہیں۔ تُو ہے۔

ہم ہیں۔ پھر کیوں نہیں لکھ سکے گا۔ اے میرے ایشور میں ہوں۔ تُو ہے مگر میں

تو اِن میں ہوں۔ یہ ہمہ اَور ہیں۔ مَیں اَور ہوں۔ یہ مجھ میں ہو کر آپ کچھ کا کچھ کہہ دیتے

ہیں۔ میں حیرت میں ہوں کہ کیا کہوں؟ اور کیا لکھوں؟ تو مجھے وہ دے کہ ان کا اثر

اُس میں نہ ہو۔

اے میرے ایشور میں نے تجھے پایا۔ تو نے مجھے پایا۔ اب مجھے اُن کی کیا
پروا۔ اے میرے بندے تجھے کیا خبر ہے۔ وقت ہوگا کہ تجھے یہ سخت ایذا
ہوگی اور تو نہ کر سکے گا کچھ۔ ہم ہونگے یہاں۔ تو ہوگا ناسوت میں ہم کچھ نہ کر سکیں گے
تو ہوگا زاری میں۔ ہم ہونگے بیزاری میں اور کہیں گے۔ جاؤ بے ایمانو۔ جاؤ
بے ایمانو۔ ہوگے نہ ہوگے۔ ہوگے نہ ہوگے۔ ہم ہیں اپنے کام میں۔ تم ہوئے
ناکام۔ دیکھو یہ ہے ہمارا کام! ہم ہیں کہ کرتے ہیں پورا فلسفۂ الٰہی کو۔ اور دیتے
ہیں جس کو چاہتے ہیں۔ تھے ہم سری مہاراجہ جے چند ہوئے ہم پروفسّر
آزاد دیکھو یہ ہیں ہم۔ ہم یہ ہیں۔ تم یہ نہیں۔ اے ایشور مہاراج کونسا وقت
وہ؟ کہ میں رہوں۔ یہ نہ ہوں۔ میں تو ہوں کام میں۔ یہ ہوں نکمّے۔ میں نے انہیں
دیکھا ہے ایسا۔ انہوں نے بھی دیکھا ہے۔ مگر نہ سمجھے۔ اب ہیں بد تر۔ ہوں

کریں کیسا عمل؟ اور یہ کس طرح
ہم اسے پاس آتے تھے۔ اور
مجھ سے کامیاب جاسکے تھے

بدتر سے بدتر۔ یہی ہے حال کہ آج سے دو دن کے بعد یہاں کوئی دیکھے گا کہ یہ کہاں ہے؟۔ یہ سب ہے ہماری حکمت جس دن اسے پورا کریں گے ہوگا فلسفہ۔ آج ہم پپّا کا کا حاصل لکھواتے ہیں۔

پہلا ملاپ

اس میں ان چیزوں کا بیان ہے جنہیں ہم دیکھتے ہیں۔

۔ اور وہ ہیں! اور سوچتے ہیں۔ اور پاتے ہیں کہ ہیں!

پہلے اُن میں مادّہ ہے۔ وہ ہے!۔ اور وہ معدوم نہیں ہوتا۔ اُسے کیسا ہی رگڑو یا کاٹ کر چاہو کہ وہ ایسا ہو کہ سمجھو اب نہ رہا۔ یہ نہ ہوگا۔ وہ ایسا ذرّہ ذرّہ مہین ہو کر عالم اور آفاق میں پھیلا ہوا اڑ رہا ہے کہ ہمیں معلوم نہیں ہوتا۔ اور وہ ہے! وہ کیا ہے؟ وہ ہیولیٰ اس کے ذرّے ایسے ننھے ننھے مہین ہیں کہ کسی قوّتِ حسّی سے معلوم نہیں ہوتے، ان کو بھی چاہیں تو ایک کو دو اور دو کو چار کر ڈالیں۔ تو

جزوِ نا مجزّیٰ

وہ رہیں گے یہ نہ ہوگا کہ کہیں اب معدوم ہو گئے۔ اسی کو ہم نے عرب میں کہا
کہ ہر جزو مجزّیٰ ہے جزوِ نا مجزّیٰ محال ہے۔ اچھا تم ایک جزو نا مجزّے لاؤ۔ ہم
دوسرا ویسا ہی اَور لیں گے اور دو کو ملائیں گے۔ اور ایک تیسرا ویسا ہی اور لے کر
اُن دو کے اوپر رکھ دینگے۔ ان دو کی درز جہاں ملی ہوئی ہے۔ اوپر والے کی کسی
جگہ پر یہ ہوگی۔ وہیں سے کٹا۔ اور دونو ٹکڑے موجود۔ اُنہیں پھر چاہو تو پھر اِسیطرح
کاٹ لو۔ اور کاٹتے چلے جاؤ۔ معدوم نہ ہونگے۔

اچھا قرعِ عمیق میں ڈالکر تحلیل کرو۔ وہ نہ رہیگا۔ اَور صورة میں ظاہر ہوگا۔ معدوم نہوگا
دُھواں ہو جائیگا۔ ہوا ہوگا نظر نہ آئیگا۔ پر ہوگا! ہیولے میں مل جائیگا تب نظر نہ آئیگا
۲ کیپیوا۔ یہ ایک قوّتِ مُصَوِّرہ ہے۔ اسے عشق ہے کہ ہیولے سے مل کر کسی صُورة
میں ظاہر ہو۔ ہم نے عرب کو یہ لفظ دیا۔ اُنھوں نے نہ لیا۔ اور اسے صورة کہا۔
صورة اَور شے ہے۔ یہ ایک کُرہ ہو کر فلک الافلاک سے نیچے ہے۔ اور ہر جگہ
پر جو صورة مناسب ہے اُسے ظہور دیتی ہے۔ ہم اسے صورة کہتے ہیں۔ یہ کیپیوا

...ہ باب فلسفہ کا
...حیوانی میں داخل
...کر ایک ہو کر دوسرا نہ
...ہوں تو نہ ہوں ۱۲

سے اِدھر آتی ہے۔ اور ہیولے میں ہو کر ہمیں نظر آتی ہے۔ اگر اُدھر سے نہ آئے

تو یہاں ہیولے ہی ہیولے رہے اور وہ نظر نہ آئے۔ صورۃ جب کپیوا سے جدا

ہوتی ہے تو جوہر ہوتی ہے۔ جب ہیولے سے ملتی ہے تو عرض ہو جاتی ہے۔

۱۱ ۔ تاوقتیکہ ہیولے میں نہیں آئی اسے شکل کہتے ہیں۔ شکل صورۃ ہے بن مادہ کے

مادہ اُسے قائم رکھتا ہے۔ مادے کو اُس سے تعلق ہے جو جوہر کو ہے عرض سے

المادہ

مادہ بھی بے شکل کے۔ ہیولے اور مادہ ایک نہیں۔ مادہ ظہورِ صورۃ سے پہلے ہے۔

جیسے شکل ظہورِ صورۃ سے۔ یہ باتیں یاد رکھنی مشکل ہیں۔ اور سمجھنی اُسے زیادہ مشکل

یہی فلسفہ الٰہی کی ابتدا ہے۔

۳ سنواکا۔ عرب نے اسے صورۃ جسمیّہ کہا۔ یہ نہیں۔ صورۃ کو تم نے جانا تشکیل

کو جانا۔ سنواکا جب جسم میں ہے تو صورۃ ہے۔ تم دیکھ رہے ہو۔ جب اُدھر

سے پھر کر اَور طرف ہوا اور پھر صورۃ اس کی خیال میں رہے وہ سنواکا ہے نہ وہ ہر

کہ جیسے عرب نے صورت جسمیّہ کہا۔

ستنوا کا حدود محدود ہوتے ہیں۔ نا محدود ہوں۔ یہ ممکن نہیں۔ ممکن وہی کہ کہیں

ہو تو سہی۔ پھر وہ ہو تو رہے کہاں؟۔ اچھا رہا۔ پھر وہ وقت کہاں جو اس کی مسافۃ

طے ہو۔ البتہ طفرہ۔ پھر وہ ہوا تو معلوم کیا ہوا؟ وہاں وقت نہیں ہے۔ طفرہ یہاں ہے،

وہاں نہیں ہے۔

کیاپا۔ اسے عرب نے صورۃ نوعیۃ کہا، مگر نہ ہوا۔ صورۃ نوعیۃ وہ ہے جو ایک

نوع کے لئے ہو۔ کیاپا وہ ہے کہ جب ایک نوع میں ہو تو یہ ہو۔ اور جب جدائی

میں آئیں تو وہ نہ ہو۔ فصیل باوجودیکہ امتیاز دیتی ہے۔ خود دیکھو تو نہیں ہے۔ بس یہ

ہے۔ صورۃ نوعیہ صرف تمثے ہے۔ ہم نے اسے عرب میں کوئی لفظ نہیں دیا۔ وہ بھولے

تھا کچھ، سمجھے کچھ۔

ہمیا وِتا۔ عرب میں ہم نے اسے زمان کہوایا۔ اسے سب جانتے ہیں۔ ارسطو

کو ہم نے کہا اس کی تعریف کہہ۔ اس نے ہم سے نہ لی۔ آپ ہی کہی۔ وہ ہوئی مگر

مشکل تھی سمجھ میں نہ آئی ہم نے کہا یوں کہہ۔ اسے اُس شے کا اندازہ کرتے ہیں

جواندازہ کے قابل ہو۔ یہی تعریف ہوئی سب نے اسے منظور کیا۔ وہ کہتا تھا۔

مَا یَکُونُ فِیہِ کَائِنٌ۔ اَوْ کَونٌ یَکُونُ فِیہِ وُجُودٌ۔ یہ اندازہ ہے وہاں ہے جہاں ہم شمس

وقمر کو حساب میں لیتے ہیں۔ جب ان سے اوپر ہوں تو اسی کو دہر کہتے ہیں۔ ذات (زمانہ دہر)

بحث میں ہوں تو پھر یہ نہیں۔ وہاں ابتدا انتہا کچھ نہیں۔ ہر وقت ہر شئے جب

(وہاں حاضر ہے ۱۲) دیکھو حاضر یہ ہے سرمد۔ یہی سرمد ہے جبکہ ہووے وجود۔ اور جب وجود سے (السرمد)

بالاتر ہوں تو عالم اور ہے۔ وہاں ہونا کچھ اور ہے۔ تم بحث ہوگا تو ماہیات کہو گے

ویسے ویسے عالم کیا جانے کتنے ہوں۔ اور وہ قدیم ہیں۔ جب دیکھو حاضر یہ (سرمدیہ)

ہے زمانہ یہ ہے اس کا بیان۔ دہر کو تم کیا جانو ہے! اور یہاں سب کچھ ہے

ہم اس وقت ایک عالم دھر میں ہیں۔ ہم ہیں لطیفہ جسے کہتے ہیں نفس ناطقہ

معقول ثانی۔ معقول اوّل ہے پروفسر آزاد کہ جسم محسوس سے بیٹھا لکھ رہا ہے

وہ ہے زمانہ میں۔

۶ [illegible] دیپا و تا۔ ہم نے اسے عرب میں مکان کہا۔ یہ ہے ایک اور بات۔ ہم نے ارسطو ۶

سے کہا جو عقل ہم نے تجھے دی ہے اُس سے لے۔ اُس نے ہم سے نہ لیا۔ سوچکر

کہا۔ عرب نے اُس سے لیا۔ هُوَ السَّطحِ الْبَاطِنُ مِنَ الْجِسْمِ مُمَاسٌّ لِظَاهِرِ الْجِسْمِ الَّذِی

فِيهِ۔ ہم نے اسے افلاطون سے پوچھا۔ اُس نے ہم سے لیا۔ عرب میں جس نے

اُس سے لیا کہا۔ هُوَ الْبُعْدُ الْمُجَرَّدُ عَنِ الْمَادَّةِ۔ ہم نے کہا۔ یہی ہوگا اور اسی کو سب

مانیں گے! وہ خوش ہوا۔ اور کہا آلہی میں تجھ سے لوں۔ ہم نے کہا ہم دیں گے

یہی بُعْدُ المفطور۔ عرب نے فِطْرَةِ اِلٰہی سے لیا۔ فِطْرَة وہی ہے جسے تو پروفسر

آزاد ہوکر سرشت اور آفرینش آلہی کہیگا۔ اے سری مہاراجہ چند تو پروفسر

آزاد ہوکر ہوکر ہم سے لیگا۔ وہی ہوگا۔

حیا وا عرب میں ہم نے اسے حَیِّز کہا۔ سب نے کہا یہی ہے۔ انہوں نے الحَیِّز

اسے اس طرح بیان کیا کہ مکان میں اور اس میں خلط ملط ہوگیا۔ ہم نے ہند کو دیا

دیا تھا۔ ایران کو بھی دیا تھا۔ اِن سے یونان نے پایا۔ اور ہم سے بھی لیا۔ ہند میں

کتابیں رہیں علم نہ رہا۔ ہمیں ملال ہوا۔ ہو کیا سکتا تھا۔ برہمنوں کا کام تھا۔ وہ ید

ہوئے۔ اور بہت بدہوئے۔ ہم نے کہا جاؤ نہ ہوگے۔ اُنہوں نے کہا ہم برہمن

ہیں۔ ہمیں کیا پروا۔ ہم نے کہا کچھ نہ ہو۔ وہ کچھ نہ ہوئے۔ عمل نہ رہا علم ہم نے

اُٹھا لیا۔ دھرم اور گیان اُٹھ گئے۔ ان سب کا جَنتر ہم میں ہے۔ سب اِدھر

آکر ٹھہر گئے۔ ہند کو ہم نے پہلا درجہ دیا تھا۔ وُہی نہ ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد

یونان بھی ویسا ہی ہو گیا۔ ایران سب سے بدتر۔ اس نے عرب سے پایا۔

عرب نے بہت یونان سے اور کم ہند سے مگر بہت خلط ملط۔ یہ اس لئے ہوا

کہ اُنہوں نے بے سمجھے دیا۔ اُنہوں نے بے سمجھے لیا۔ اور ایمان اور اعتقاد نہ تھا۔

۔ الفاظ و عبارت آئے۔ علم نہ آیا۔ وہ اپنے جَنتر میں جا رہا۔ ہم نے بڑا املال کیا

ہم عالم علم میں تھمے ہوئے۔ کہ الٰہی یہ کیا ہو رہا ہے۔ سب جگہ سے علم اُٹھتا چلا

آتا ہے۔ اور فلسفہ تو فلسفہ۔ ہر علم کا یہی حال۔

رگ دھرم برسا ہے گیان؟

ہم ہیں صنیما نیا نسا۔ جو دیکھا تھا معلوم ہوا کہ یہی ہے۔ وہی لکھوا دیا۔ بس!

۸ تیا وا ہم نے عرب کو اس کے لئے کوئی لفظ نہیں دیا تیا وا وہ حالۃ شے کی

ہے کہ کسی جسم کو دیکھ رہے ہیں۔ اُدھر سے رُخ پھیرا۔ جو حالت اُس کی ذہن میں

رہی تیاوا ہے۔ عرب کے مصنفوں نے اسے صورۃ جسمیہ لکھا۔ یہ اور بات ہے

تیاوا ہمیشہ اپنی اصل سے برابر ہوتا ہے۔ وہ محدود ہے اس لئے یہ بھی محدود

ہے۔ ہمیں اسسے بحث نہیں کہ کیونکر برابر ہے باوجودیکہ ہمارے تعقل کے ظرف

اُتنے چھوٹے ہیں تو گویا صورۃ جسمیۃ وہی ہم میں ہے جو برابر ہے اصل کے

تیاوا ہم کو ہر بات شئے کی ویسی ہی سمجھاتا ہے جیسی کہ اصل شئے ہے۔ اسے وجود ظلی

یا صورۃ ذہنیۃ کہتے ہیں۔ عرب اس کو نہیں سمجھے اور صورۃ جسمیۃ کہکر بات کو کچھ

سے کچھ کر دیا۔

ویاکا۔ جسم کو تم جانتے ہو۔ اگر تم اُسے خود کسی صورت پر نہ لاؤ تو وہ آپ بھی کچھ نہ

کچھ صورۃ دکھاتا ہے۔ اسے عرب نے کہا صورۃ طبیعیۃ۔ یہ بڑی بات ہے کہ

ہم اسے دیکھ رہے ہیں۔ تم یہ جانتے ہو کہ آنکھیں تو یہ کیا دیکھتے ہونگے۔ اور پہچانکر

کیا امتیاز کرتے ہونگے۔ ہم اس وقت عالم دہر میں ہیں۔ ہمیں سب کچھ معلوم ہے

جیسا بیان فرماتے ہیں

جو تم کر رہے ہو اور سوچ رہے ہو۔ فرق اتنا ہے کہ تم اور تمہارے اشیا حادث

ہیں۔ یہاں کے اشیا کو حدوث عارض نہیں ہوتا۔ تمہارے ہاں بچہ جوان

ہوتا ہے۔ بڈھا ہوتا ہے۔ مر جاتا ہے۔ یہاں یہ بات نہیں۔ ہر شئے وقت

پر وہی صورۃ دکھاتی ہے جو ہمیں مدنظر ہو۔ وہ دکھاتا کون ہے؟ قدرۃ۔ یہاں

کی کل صورتیں گویا صورۃ طبیعی میں ہیں۔ ان کا کوئی بنانے والا نہیں معلوم ہوتا۔ یہہ

لکھا ہوا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔ تم سن رہے ہو۔ ہم سن رہے ہیں۔ جو تم اسے

سمجھ رہے ہو ہم سمجھ رہے ہیں۔ یہ باتیں سمجھ میں یہاں آئیں جب آؤ تم۔ اتنا تو تمہیں

اب بھی معلوم ہو گیا کہ یہاں پتا کا ہے جو ہم اس طرح لکھوا رہے ہیں۔ یہاں صورۃ

جسمیّہ اور نوعیّہ دونو ہیں جوں کی توں۔ ایک نقطہ کا فرق نہیں۔ بس۔ اب ہم اسے

یہیں ختم کر دیتے ہیں اور ایک اور بات بتاتے ہیں۔ وہ بڑی طول ہو جائے مگر

اسے بھی مختصر بیان کرتے ہیں۔ وہ ہے بڑی بات اگر تم غور کرو۔

حرکۃ

۱۰ جیسا ہوا عرب کو ہم نے اس کے لئے کوئی لفظ نہیں دیا۔ وہ اسے حرکۃ اور سکون

میں ادا کرتے ہیں۔ حَرکۃ بڑی بات ہے۔ حرکۃ اسے نہیں کہتے کہ ہم ایک جگہ سے
دوسری جگہ چلے مسافۃ طے ہوئی۔ یا پرندہ اُڑا اور بلند ہوا۔ یا درخت اُگا اور بڑھتا
چلا گیا اور اسی طرح برعکس حَرکۃ ایک امر ہے معنوی کہ اندر ہے۔ وہ ظہور میں آتا ہے
تب حرکۃ اُس کی معلوم ہوتی ہے۔ ارسطو نے اسے اَور طرح بیان کیا ہے
اور عرب نے لیا ہے اور کہا ہے۔ ھُوَ الخُرُوجُ مِنَ القُوَّۃِ اِلَی الفِعلِ۔ یہ ہے حرکۃ
حرکۃ کو جب ہم سوچتے ہیں تو وہ ایک محرک کی محتاج ہے ہر وقت۔ اسی واسطے
ہم اپنے میں حرکۃ کے لئے ارادہ کو ضروری جانتے ہیں۔ اور یہ اُن باتوں میں ہے جو
اپنے اختیار میں ہیں۔ جو اپنے اختیار میں نہیں اور اپنے میں نہیں اُن میں جو حرکۃ
ہو حرکۃ بالغیر کہیں گے۔ محرک جب غیر ہو اور محسوس ہو تو قاسر ہے۔ اور نہیں تو
قدرۃ الٰہی ہے۔ وہ اگر عادۃ میں نہیں ہے تو بھی الٰہی ہے۔ اور نہیں تو طبیعی
ہے۔ ہم طبیعی کو نہیں لیتے۔ اور قسری کو بھی نہیں لیتے۔ ارادی کو لیتے ہیں۔

ہماری ارادی حرکۃ

ارادی حرکۃ ہماری دنیا کے کاموں میں ہمیشہ غیروں کی معاونۃ کو دیکھتی ہے کچھ

بھی نہیں تو روپیہ۔ اور پانی۔ ہَوا۔ سردی میں گرمی۔ گرمی میں سردی۔ یہ ضروریات تو بہت محتاج الیہ ہیں کہ بے ان کے گزارہ نہیں۔ ہم اپنی ارادی حرکت میں ایسے ایسے غیروں کے محتاج ہیں۔ اگر ہم ایشور کی طرف متوجہ ہوں تو یہی ہم دنیا میں تو ہیں۔ ہمارے کام اِدہر ہیں۔ ہمارے کام ہمارے اختیار میں ہوں اور پھر جب ہم ایک طرف ہوں تو ایشور کی طرف ہوں اُس وقت جانو کہ ہماری ارادی حرکت کدھر کو ہونی چاہیئے۔ بس وہ ارادہ ایشور کی طرف ہو۔ اُس وقت ہم کو اپنی طرف دیکھنا نہ چاہیئے۔ ہم ہوں اُدہر اور اُدہر اور اُدہر۔ وہ مقام نہیں معلوم ہوتا کہ ایشور کس درجہ سے دَیا فرماتے ہیں۔ ہم کو اُدہر کا دھیان اور اُنکا دھیان اُدہر کا دھیان اور اُن کا دھیان۔ اُدھر کا دھیان اور اُن کا دھیان باندھنا چاہیئے۔ یہ حرکت صعودی ہوگی۔ اور ہوگی۔ اور کچھ شبہ نہیں کہ ہوگی۔ اور ہمارے ارادہ سے ہوگی۔ یہ کوئی نہیں جان سکتا کہ کس مقام پر وہ نقطہ بولتا ہے جہاں سے ہم پر ایشور کی دَیا ہوتی ہے۔ ہم کو وہاں سکون چاہیئے۔ یہاں ایک جیسا وا

پورا ہوتا ہے۔ (۱)

دوسرا چیاوا اُوسے ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ ہو جاؤ سری نارائن کی طرف۔ پھر ہمارا ارادہ اُدھر ہونا چاہئے۔ اُدھر۔ اور اُدھر۔ اور اُدھر۔ وہ مقام پھر معلوم نہیں کہ کس نقطے سے سری نارائن کی دنیا شروع ہوتی ہے۔ مگر ہوتی ہے۔ اور اعتقاد رکھنا چاہئے کہ ہوتی ہے۔ وہ ہوگا تو ہوگی۔ اور ہوگی۔ اور ہوگی۔ یہ دوسرا نقطہ چیاوا کا ہے۔ اگر دنیا ہوئی تو پھر ارادہ ہوتا ہے۔ (۲)

اب یہ تیسرا چیاوا ہے۔ وہی اُوپر۔ اور اُوپر۔ اور اُوپر۔ وہ رادولا نراکار کی طرف ہوگی۔ عرب کو ہم نے اسے ذات بحت بتایا۔ اُن کی سمجھ میں نہ آیا۔ وہ ہم کو سمجھے کہ اوپر ہیں۔ نہ سمجھے کہ ہم سب جگہ ہیں۔ ہم ہیں نراکار۔ ہم ہیں سب جگہ۔ ہم ہیں سری نارائن۔ ہم ہیں ایشور۔ اس طرف سب حرکتیں صعودی ہیں ہمیں انہی سے بڑا مطلب ہے۔ جو اَور حرکتیں ہیں، اس کی خدمت ہونی چاہئیں۔ یہ دنیا دین کی خدمت کے لئے ہے۔ ہم دین سے مانگتے ہیں کہ دنیا ہو۔ یہ بھلا کیا ہو؟

ہم سے ہم کو مانگو۔ نہ کہ غیر کو۔ اور وہ بھی کہاں؟ دنیا میں۔ رہے وہیں؟۔ نہ کیجو

پروردگار! ہم ہوں تیری طرف۔ اور تیری طرف۔ اور تیری طرف۔ یہاں تک کہ

ادھر سے اُدھر ہی ہو جائیں۔ یہی ہو آرزو۔ یہی ہو دعا۔

دیاما۔ عرب کو ہم نے لفظ نہ دیا۔ اُنہوں نے دو ملا کر اِک معنے پیدا کئے۔ وہ نہ ہوئے

اُنہوں نے کہا۔ ہم جس بات کو حکایۃً بیان کریں وہ محکی عنہ ہوا۔ عالم علوی کی جو

شے ہے محکی عنہ ہے۔ وہ حکایۃً نہ ہوا اشراقاً ہو جب درست ہو وُہی دِیَامَا ہو

اشراق سے جو شے معلوم ہو دِیَامَا اُس کو سمجھو۔ اشراق وہ ہے جو ایشور سے

تم پر منکشف ہو۔ ہم جو ایک دوسرے پر اشراق کریں اسے کِتَامَن کہا ہے۔

من سے مَن پر۔ یہ بھی کبھی ہوتا ہے۔ سو یہ بھی کسی سے کسی پر۔ یہ طاقت بندہ میں

نہیں۔ اُدھر ہی سے جب منظور ہوتا ہے تو ایک سے دوسرے پر اثر ہوتا ہے

اس کا مطلب اُس پر منکشف ہو جاتا ہے۔ بس یہی کِتَامَن ہے۔ اگر یہ

اپنے ارادہ سے دوسرے کو بتائے تو وہ چیات من ہے (ایک ذات سے

دوسرے سن پر) ہم اس کو اشراق سمجھتے ہیں۔ یہ نہیں ہے۔ اشراق الیشور سے ہے۔ نہ بندہ سے۔ اسے یاد رکھنا چاہیئے۔ ہم میں روشنی کہاں جو اشراق کر سکیں۔ اُدھر ہی سے ہے۔ اُدھر ہی سے ہے۔ اُدھر ہی سے ہے۔ اُدھر ہو جاؤ۔ اُدھر سے ہو۔ اِدھر ہو تو اُدھر کی نہ ہوگی۔ اِدھر کا کیا اعتبار ہے۔

۱۲ ہمن یایا۔ عرب کو ہم نے یہ لفظ نہیں دیا۔ اس کے معنے وہ کچھ اور سمجھے۔ ہیں کچھ اَور۔ ہم جب کچھ بات سوچتے ہیں اور ہماری قوتیں خود عقلِ اوّل کی طرف ہو جاتی ہیں تو انہیں اتفاقاً کچھ ایسا ڈھب ہو جاتا ہے کہ اُدھر ہی کو رُخ ہو جاتا ہے۔ جب اِدھر سے روئے التجا اُدھر ہوتا ہے تو اُدھر سے ان پر فیضان ہوتا ہے۔ یہ ہماری عقلیں ہیں ہم سمجھتے ہیں اُس مطلب کو۔ یہ قوۃ جو ہم میں ہے اِسے ہمن یایا کہتے ہیں۔ یہ بھی اُدھر ہی سے ہے۔ عقلوں کو بھلا ایسی توفیق کہاں۔ کہ ہوں اِدھر۔ اور خود بخود الیشور کی طرف روئے التجا ہو جائے۔ ہم سوچیں اِدھر۔ وہ اُدھر سے لیں اور ہمیں اور اُلک دیں۔ اے الیشور تو ہمارا رُخ اُدھر کر۔ یہی ہے۔

Margin notes:

اشراق الیشور

...سے رفتہ مدارج ...ہر ہی سے اور اور ...سے اور اور اُدھر ہی ہر ...لا نہایۃ لہا

ہمن یایا

...یافتہ ... بالتجا ... رفعا ... ۱۲

ستّ یا۔ یہی لفظ ہے جو عرب کو ہم نے دیا اور اس نے حلول کہا۔ حلول یہی ۱۳ حلول
ہے کہ ہم ایک شئے کو دیکھیں دوسری شئے کے اندر۔ اس طرح کہ دونو ایک
ہو جائیں۔ جب ایک کی طرف ہو انگلی کہ وہ ہے تو دوسری اس میں ہو۔ یہ ہے
حلول۔ اور جب اتحاد ہو جاتا ہے دونوں میں تو اس میں نام کی دوئی بھی اٹھ
جاتی ہے۔ یہ ہے فرق اتحاد اور حلول میں۔ بس یہی ہے!۔

گپیا۔ ہم نے عرب کو دیا انہوں نے اسے جمال کہا۔ ہم نے کہا جمال ہم سے ۱۴ جمال
ہو تو ہو۔ تم سے ہو تو بناؤ ہے۔ جمال ہم ہیں۔ اسے زوال نہیں۔ جسے زوال ہو
جمال نہ کہو۔ عَرَض ہے۔ عَرَض کو ہم بنائیں۔ بنے۔ چھوڑ دیں۔ کھنڈ پڑے۔
۔تم بھی عَرَض ہو دُنیا میں۔ بڑھ ہو۔ بڑھ سکتے ہو۔ اوپر کو۔ اور اوپر کو۔ اور اوپر کو۔
عَرَض کچھ بھی نہیں۔ تم کیوں عَرَض ہو۔ یہی ہے وہاں۔ اور وہ قدیم ہے۔ تم قدیم ہو!

وِہا۔ عرب میں ہم نے اس کو ارادہ کہا۔ ارادہ ہم میں قوۃ ہے کام کرنے کی
۔یا کرنے کو نہ کرنے کی۔ ہمیں دُنیا کے کام تو بہت ہیں پر جو اصل کام ہے اس میں

ہمیں ارادہ ہونا چاہئے جو آپ کی طرف ہو۔ اے ایشور مہاراج دنیا کے ارادے

ہم کو بہت اِدھر لگاتے ہیں پر وہ ارادہ ہم سے جدا بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ ہے

کہ اِدھر بہت اُدھر کم ہم سارے کے سارے اُدھر نہیں آسکتے۔ اُدھر لطیفہ

ہمارا ہے۔ وہ بسیط ہے وہ اُدھر ہو جاتا ہے ہم اِدھر رہ جاتے ہیں۔ اِدھر ہیں تو

اُدھر سے محروم۔ بس یہی ہے۔

دل ۱۶ سہا۔ دل کو ہم نے یہی کہا کہ سینہ کے اندر ہے۔ یہ دل اَور ہے جو دل

ہم کو پسند ناپسند میں افتراق دیتا ہے ہمارے اوپر ہم سے بارہ گز اونچا ہے۔

ہم اس کی خبر لیں اور کیونکر جانیں؟ وہ چاہے تو بہت آسانی سے کام ہو جاتے

۔ یہ دل ہم نے تجھے دیا ہے شاید کسی اور کو بھی دیتے۔ پر وہ جو بات ہے وہ

کسی میں نہیں۔ ہم اس دل کو کہتے ہیں یہ تجھ سے بولیگا۔

العلم ۱۷ ودایا (اور قبل الزوال) علم کو سب نے کہا جاننا۔ یہ نہیں۔ کچھ اَور بات ہے۔ ہمارے ہاں علم جاننا

اور ماننا ہے۔ تصوّر نہیں۔ تصدیق سے مطلب ہے۔ عرب نے اسے اِذعان

للنّبتۂ کہا جب ہماری طرف آؤ اذعان کے ساتھ آؤ اُس وقت ہم سے
پاؤگے۔ بس یہی ہے۔

18 **وِدواہا**۔ جب ہم اپنے میں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا
کہ ہم نہیں ہیں۔ جو کہتا ہے کہ ہم ہیں وہ اندر ہے۔ وہ ہے مَن اس قُوّۃ کو
وِدواہا کہتے ہیں۔ یہ ہم میں ہے اور ہم اس میں ہیں۔ یہ اور ہم ایک ہیں۔ یہ کونسی
بات ہے کہ ہم کہیں ہم نہیں ہیں۔ یہ اُس وقت ہوتا ہے کہ ہم کہیں ہم ایشور
ہیں۔ ایشور! ایشور! ایشور! کوئی سو دفعہ کہو۔ اُس وقت ایشور میں ہوگے۔ یہی
ہے مَن ہے اور یہ وہ ہے کہ وہاں ہوگا۔ اور اُسی وقت تم وہاں ہوگے یہی ہے

مَن

19 **سِنوا**۔ جو ہم میں ہے وہی ہے اور میں۔ جو اور میں ہے وہی اور میں۔ جو
اُس میں ہے وہی ہے اور میں۔ یہ مشکل بات نہیں، سمجھ سکتے ہو۔ یہ کُلیّہ ہے
یہ وہ ہے جو انسانیّت (ہم میں) سے تعبیر ہوتی ہے۔ ہم اسے کُلّی کہتے ہیں مگر وہ دو تین
طرح تعبیر ہوتی ہے ہم اگر اس طرح کہیں تو کُلیّۃ نوعیّۃ ہوتی ہے۔ (۱)

اور جبکہ ہم عالم محسوسات سے جدا ہو کر عالم نفوس میں آجائیں تو اُدھر کے عوارض

ولواحق اُدھر رہ جاتے ہیں۔ وہاں کلیّتہ لاحق ہوتی ہے۔ یہ لاحق ہوئی یہ

کُلیّتہ نفسیّہ ہے۔ (۲)

اور عارض ومعروض دونو کو لیں تو کُلیّتہ جمعیّہ ہے۔ (۳)

فقط معروض کو لیں تو کُلیّتہ قطعیّہ ہے۔ (۴)

یہ ہر طرح کُلیّتہ ہے مگر فرق ہے اور یہ فرق اگر ہم سوچیں تو سمجھ میں آتے ہیں۔ اُدھر

کے لوگوں کو سمجھنے مشکل ہیں۔ ہمیں دیکھتے ہی سمجھ میں آجاتے ہیں۔ اور بھی ہیں مگر

اُدھر کی عقلوں میں نہیں آئیں گے۔ یہی ہے

ونا وا۔ یہ قوّۃ ہم کو بڑی مشکل سے مفہوم ہوتی ہے۔ ہم میں ہے مگر نہیں معلوم

کہ کہاں ہے۔ جو کچھ کرتے ہیں اُسی کی قوۃ سے کرتے ہیں۔ یہ عقل ہے۔ مگر ہم کو

اس سے بڑا تعلق نہیں۔ تعلق ہمارا ایشور سے ہونا چاہیئے۔ وہ اسے راہ بتائیں

تو یہ چلتی ہے نہیں تو بند!! بس یہی

۲۱ وِپا۔ ہم نے ایک شخص کو کہا کہ کرے اُس نے نہ کیا۔ ہم نے اُسے کہا نہ کر۔ اُس نے کیا۔ یہ کیا بات ہے؟۔ اسے اختیار کہنا چاہئے۔ جب ہو ہم سے ہو۔ جو ہم سے لیکر کرتا ہے خوبی ہوتی ہے۔ آپ ہی کرتا ہے تو خرابی۔ اختیار ہمارا ہے اور جو اس سے ہے خوبی ہے۔ بس یہی۔

۲۲ ہپاوا۔ ہر شے کو خوبی سے خرابی کرنا بُرا معلوم ہوتا ہے۔ ہم جو کرتے ہیں وہ بُرا نہیں۔ اور اسے خیر کہتے ہیں۔ ہم خیر ہیں اور جو بات ہماری ہے خیر ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کو دکھ دینا شر ہے مگر مجرموں کو جو دُکھ دیں وہ تو خیر ہے۔ بس تمہاری طرف سے جب کسی کو دُکھ پہنچتا ہو سمجھنا کہ یہی شر تھی۔ جو اس میں تھی
جتنا اُسے دُکھ ہم نے دیا ہے یہ خیر۔ بس۔ یہی۔

۲۳ جنوا۔ ہم نے نہیں دیا تھا تو نے کیونکر کیا اے بندہ!۔ اے میرے الیشور تو نے ہی کیا۔ تو نے کیا تو مجھ سے ہوا۔ اے بندہ اس طرح کہیگا اور ہم سے کریگا تو تیرا کیا میرا ہوگا۔ نیکی بدی کو خوب جانتا ہے۔ نیکی میری ہے۔ تو نیکی میں ہو

کہ فروتنی اور عجز میں ہے

اور پھر جو چاہے کر۔ یہی ہے عیب سے سب بے عیبی ہم نے زِنا کو عیب کہا۔
عیب ہے۔ ہم ہیں ہو کر جو کرے عیب نہیں نکاح ہے۔

دوسرا ملاپ

یہ باتیں ہیں جن کو ہم نے کہا۔ ہم ہیں تو ہیں۔ ہم نہ ہوتے تو ہوتیں
کیونکر؟ ہم ہیں عِلّۃ تامّہ اور یہ ہیں معلول۔ اے بندہ!
ہم ہیں تیری عِلّۃ تامّہ تُو ہے ہمارا معلول! تو کہتا ہے میں
کرتا ہوں تو ہوتا ہے۔ آپ ہی آپ ہوتا کیونکر؟ اچھا۔ بھلا تُو
آپ ہو تو جا۔ اور اسی طرح تجھ سے اوپر اور اوپر اور اوپر لکھ
پروفسر آزاد دیکھ فہرست میں کیا لکھا ہے۔ فرہنگ کہے گا
۔ اِنہی سے پوچھو آگے کیا لفظ لکھوں؟ بھلا تو تو دیکھ! فہرست تو نے
لکھی؟ ہم نہ دیتے تو کیونکر ہوتی؟۔ ہم اپنے اختیار میں ہیں جسطرح

چاہیں دیں۔

وِکا۔ جو ہم نے جانا وہ ہم ہی جانتے ہیں۔ بندہ نہیں جان سکتا۔ ہاں ہم ہیں ہو۔ پھر جتنا ہم کہیں اُتنا جانے گا۔ ہم اُسے دیتے ہیں جسے جانے کی آرزو ہو۔ اور اتنی ہی جتنی ہماری مرضی ہو۔ اُس سے حرف زیادہ نہ ہو۔ ہمارا علم ہم ہیں۔ اور ہم ہی جانتے ہیں۔ ہم ہی معلوم ہوئے۔ ہم ہی ہیں ایسے۔ کون ہو جو ایسا ہو؟ ہاں ہم نے سب کو مِلا جُلا کر سُتّہ کیا۔ اور فرد فرد جُدا۔ اور پھر جُدا اور اَور جُدا۔ یہ ہم نے بنایا کون ایسا ہو سکتا ہے؟ ہم بنایا! اس لئے ہم کو ہر ایک کا حال معلوم ہے۔ ایسے ہوں تو کہیں گے کہ ہم ہیں عِلّتِ تامّہ ان کی۔ عرب سے جنہوں نے فلسفہ لیا وہ جانتے ہیں کہ عِلّتِ تامّہ ایک ہے۔ مگر وہ بارہ ہیں۔ اُن کے بارہ نام ہیں۔ وہ بارہ ہم نہیں دیتے۔ تم اَور کتاب سے لو۔ ہم اُن کتابوں میں لکھوا چکے ہیں جو تم نے دریا بُرد کر دیں۔ فرنگ کہیگا تم اللہ سے لو۔ تو کہیگا مجھے جو حکم ہے وہ کرونگا۔ وہ کہیگا۔ ہماری خاطر سے

توکہیگا۔ نہ!۔ اللہ کے ہاں خاطر نہیں۔ تب ہم اس پر بھی ایک عِلّۃ تامّہ بڑھادیتے ہیں۔ فرنگ کی عِلّۃ تامّہ اور ہے۔ اسے عِلتا ویا کہتے ہیں۔ اب تم بارہ نام لکھ دو۔

عِلّۃ تامّہ اسے سب نے ذات باری قرار دیا مگر وہ نہیں۔ ذات باری اِسّے بہت اوپر ہے۔ عِلّۃ تامّہ موجد اور مخترع اپنے معلول کی ہے۔ اِسّے کچھ اور بات نہیں سمجھنی چاہیئے۔

۱ عِلِ وانا۔ یہ علتہائے انسانی کا پہلا درجہ ہے۔ اس کی آفرینش کا پہلا درجہ ذات باری سے بہت قُرب۔

۲ عِلِ واہا۔ آفرینش کے بعد قوۃ روحانیۃ کو پیدا کرنا اور اُسے زور دینا۔ اور الٰہیۃ کی طرف لانا۔ اور ہم تک پہنچانا اِس کا کام ہے۔

۳ عِلِ یاوا۔ یہ زور میں دونوں کو اُدہر لاتا ہے۔ روحانیۃ کو اور جسمانیۃ کو ہم دونو کو لیتے ہیں اور پا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مل کر ہو۔ مل کر ہو

جب ہو۔ یہ کام نفس ناطقہ کا وہ ہم ہیں۔ مقام ہمارا عقول سے نیچے

اور عالم ارواح سے اوپر ہے۔ بس یہی ہے۔

۴ عِلِ ساہا۔ یہ جسمانیۃ کو زور دیتا ہے۔ اور کہتا ہے خوب موٹے ہو۔

یہاں ہو تو اُدہر نہ ہو گے۔ اُدہر ہو گے تو اِدہر نہ ہو گے۔ تم ابھی اِدہر
(عالم علوی کی طرف ۱۲)

رہو۔ ہم اِدہر کو زور دے رہے ہیں ہمارا کام اِدہر ہی ہے۔ تم اِدہر

ہی سے لئے جاؤ۔ اور اِدہر کی زندگی کو زور دو۔ بس یہی ہے۔

۵ عِلِ داوا۔ ہمارا کام ہے ہر ایک کام میں زور دینا اِس کا کام ہے
(ابدال فعل الوداد)

ہر ایک کام میں زور کو آفرینش دینا اور بالیدہ کرنا۔ مگر یہ اور ہم ایک نہیں

ہو سکتے ہم روحانیۃ کی طرف ہیں۔ یہ جسمانیۃ کی طرف۔ جسمانیۃ کو اسنے

زور دیا۔ ہم روحانیۃ کو لے کر اوپر گئے۔ پھر دیکھو یہ کیا کرتے ہیں؟۔

دُنیا میں دین پاویں یہ تو نہیں ہو سکتا۔ ہماری طرف آئیں گے۔ ہم
(آخر کو)

انہیں کیونکر سنبھالیں۔ بس نہ ہو سکے گا۔ وہ اُدہر رہے۔ ہم اِدہر چلے

(دنیا کی طرف دیکھ ۱۲)

چلے آئے۔ نیچے کچھ ہی کچھ ہوا کرے۔۔ یہ کونہ اندیش ہے۔ بس
ہم پہنچے

یہی ہے

۲ علِ ساما۔ یہ روحانیۃ کو پیدا کرتا ہے ہم بڑہاتے ہیں۔ یہ اور ہم ایک ہو جاتے ہیں مگر اور علتیں ہمارے کام کے لئے خوبی نہیں دیتیں ہمارا اثر اندر اندر ہوتا ہے۔ جسمانیۃ ہمارے لئے خلاف مصلحۃ ہے۔ اور اُس کی ضرورتیں اَور زیادہ۔ اُنہیں ہم کچھ نہیں کر سکتے ہم اپنے زور کو اُوپر لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اپنی جسمانیۃ اور اس کے لواحق میں خوش ہیں تاہم بھی کہتے ہیں کہ ہو۔ اِدہر کے کام کے نہیں۔ آؤگے دیکھوگے۔ اِدہر کی تمہیں خبر نہیں۔ ہماری آوازیں بھی تمہیں نہیں سنائی دیتیں۔ جسمانیۃ کا زور اِدہر کی سماعۃ کے لئے کانوں میں روئی دیتا ہے۔ وہ بے پروا۔ جیسے کوئی پڑا سوتا ہے۔ علِ ساما ہمیں دیکھتا ہے۔ ہم اُسے۔ وہ کہتا ہے۔ افسوس یہ کیا ہوگا؟۔ ہم کہتے ہیں بول

بول ۔ بول ۔ یہ کچھ بھی؟ کچھ ہی نہیں ۔ کچھ کا کچھ بھی نہیں ۔ بس رہا ؟

بس ہو رہا ۔ بس کچھ بھی نہ رہا ۔ جا کم بخت ۔ جا منحوس ۔ جا بد اعمال ۔ ہم

کون تو کون ؟ ۔ یہی ہے

۲ ہمیں کوئی بتاتا نہیں
ہمیں کوئی بتاتا ہی نہیں
عقول منعقدہ کھلنے نہیں دیتے

عِلِ ناما ۔ ہم سے کون۲ پوچھتا ہے یہ کیا ؟ ہم کیا کہیں ۔ یہ ہے عِلِ ناما

یہ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے ۔ اور ہم سے ۔ ہم گزارہ بچا رہتا ہے ۔ یہ ہماری

جسمیّۃ کا آفریدگار ہے ۔ اور جو مُضرّۃ ہمیں پہنچتی ہے ۔ اُسے بچاتا ہے ۔

عِلِ مایا ۔ بہت باتیں ایشور کی ہیں کہ یہ اُن کی طرف لگاتا ہے ۔

اور اُٹھاتا ہے ۔ ہم اسے روکتے ہیں ۔ یہ اگر تاثیر دیوے تو بہت لوگ

دنیا کو چھوڑ دیں ۔ ہم ہیں دنیا کو بسانے سجانے والے ۔ اس کا اثر پورا

نہیں ہوتا ۔ تو دنیا کو ہیچ سمجھتا ہے اس لئے یہ نوبت ہو گئی ورنہ ہوتا کسی

عہدہ پر اور توڑتا باغیوں کی بد افکاری کو ۔ ہم تجھے اپنی طرف لینے پر متوجہ

ہیں جب ہوا ہے تو ایسا ۔ بس

۹ عِلِ تیا ہے انسان کو الغیور کی طرف لینے والا۔ ہمیشہ دل کو اُدھر لگاتا ہے جدھر سے الغیور کا دھیان آتا ہے۔ وہ دنیا کی باتوں کو بھی اُدھر ہی لے جاتا ہے کہ وُہی ہے۔ وُہی ہے۔ وُہی ہے۔ یہ ہے اُسکا وظیفہ۔ ہم نے یہ وظیفہ اُسے دیا ہے۔ ہم اُسے شرح دیتے ہیں جب وہ بات کو ہماری طرف لیتا ہے اور اُس بندہ کو دیتا ہے جو اُسکا معلول ہوتا ہے۔ بس یہ ہے۔

۱۰ عِلِ وِیا یہ ہمارے کام کو بندہ میں دیتا ہے۔ بندہ ہے ہمارا۔ تو کام کرتا ہے نہیں تو اَور کام میں ہوتا ہے۔ ہمارا کام ہم آپ کرتے ہیں۔ ہم کرتے ہیں تو اُس وقت کرتے ہیں کہ بندہ پشیمان ہوتا ہے کہ ہائے میں نے نہ کیا۔ ہم بُرائی میں نہیں ہوتے۔ وہ بُرائی میں ہوتا ہے، کہ نہ کرسکا اور اِدھر کے کاموں میں لگا رہا۔ اِدھر کے کام اُدھر کے کاموں سے بہت دور ہیں۔ ہم پاس دیکھتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں ہوتے۔ یہ عِلِ تیا کی

تبرکتہ ہم لیتے ہیں۔ اور ہم دیتے ہیں علِ تیا ہم ہیں ہو کر پوچھتا ہے ہم

کہتے ہیں ہم کو بندہ سے کام لینا ہے۔ دوا سے کہ کرے۔ وہ ہم میں ہوتا ہے

تو کرتا ہے۔ دنیا میں لگا ہوتا ہے تو ٹالتا ہے۔ ہم اپنا کام آپ کرتے

ہیں بس یہی ہے

۱۱ علِ وانا۔ ہم نے اسے زور دیا ہے۔ یہ دنیا کے کاموں کو زور دیتا

ہے۔ اور اپنے معلول کو ان میں غور سے سوچ دیتا ہے۔ ہم اسے بہت

لگاتے ہیں یہ بہت ہوتا ہے۔ تھوڑا کہیں تو بھی کچھ نہ کچھ کئے جاتا ہے

یہ معلول کو ہمّت دیتا ہے کہ کیئے جا۔ اور کیئے جا۔ اور کیئے جا۔ اب

ہوتا ہے۔ اور اب ہوتا ہے۔ اور اب ہوتا ہے۔ یہانتک کہ وہ ہو جاتا ہے

یا بگڑ جاتا ہے۔ تب یہ کہواتا ہے۔ میں نے تو کیا۔ نہ ہو تو تقدیر۔ تدبیر

کی کوتاہی ہو تو ہم پر الزام ہم کہتے ہیں۔ اے بے عقل ہم سے کیوں

نہیں پوچھا۔ ہم وہ کہتے جو ہونا تھا۔ تدبیر ہم میں ہے۔ کہیں تو ہو۔ نہ کہیں

نہ ہو۔ کہہ دیں تو اُلٹ بھی جائے۔ دیکھ پروفیسر آزاد یہ ہے ہمارا فلسفہ

۱۴ علّیِ پا۔ جب ہمیں کوئی کام کرنا ہوتا ہے تو ہم آپ نہیں کرتے ہم نے اوروں کو قدرۃ دی ہے۔ وہ کرتے ہیں۔ ان کو علّتہ تامّہ کہتے ہیں وہ موجد و مخترع اپنے کاموں کے ہوتے ہیں۔ ان میں بارھواں علّیِ پا ہے۔ یہ دین کے کاموں کو اس طرح قوۃ دیتا ہے جس طرح علّی وانا دنیا کے کاموں کو۔ اب ہم ان بیانوں کو مختصر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اے ہماری علّتو! دیکھو! ہم نے کیسا بنایا ہے ان کو! ۔ اب یہ چاہیں انسان ہو سکیں۔ نہ ہو سکیں گے۔ ہم جانتے ہیں جو یہ ہونگے۔ یہ بھوت سے بدتر ایک مخلوق ہے وہ ہوں گے۔ اور ہونگے۔ اور ہونگے۔ اور ہونگے یہانتک کہ نہ ہونگے۔

۲۵ تِوا۔ ہم نے اسے نفس کہا اور عرب نے بھی وہی کہا۔ ہم نے نفس اُسے کہا جسے ہم آپ جانتے ہیں کہ ہم ہیں ہم ہیں؟ ہم ہیں!۔ یہ جو کہتا ہے کہ ہم اور جانتا ہے

کہ میں! یہی نفس ہے۔ یہی ہے کہ جو کرتا ہے جانتا ہے کہ میں کرتا ہوں

بس یہی ہے نفس۔ ہم نے اسے بارہ اجزا میں منحصر کیا ہے۔ وہ بارہ نام

ہم نے تمہیں پہلے لکھوائے ہوئے ہیں۔ (اب تفصیل پڑھو)

والوا — والوا پہلا ان میں والوا ہے اسے نفس ناطقہ کہنا چاہئے۔ یہ طفلی سے

انسان میں ہوتا ہے اور جوں جوں بڑھتا ہے وہ بڑھتا ہے۔ سب

۱ — سے پہلے تجربہ اسے فہم دیتا ہے۔ ان دونوں سے ادراک پیدا

ہوتا ہے۔ اور وہ قوۃ ہو جاتی ہے جسے عقل ہیولانی کہتے ہیں۔

۲ — اسی میں ماں باپ کی صحبتہ اور استادوں کی تعلیم اور اپنے بیگانوں

کے معاملتہ سے جو قوۃ اور قدرۃ پیدا ہوتی ہے اسے عقل بالملکہ

کہتے ہیں۔ یہ دوسرا درجہ عقل انسانی کا ہے

۳ — اسے جب اولیات اور فطریات اور استقرا عقل نظری دیتی ہے

تو اپنے کام کے لئے سبب اور دلیل نکالتا ہے۔ اور اسکے بموجب

کاروبار چلاتا ہے یہ ہے عقل بالفعل تیسرا درجہ عقل انسانی کا جب انسان کا نفس ا

۴ ان کاروبار میں ہماری طرف ہو گیا" اور ہم سے لیا" اور ہمارے توکّل پر غور اور فکر ہونے لگا تو یہ عقل مستفاد ہو گی

یہ سب اسی نفس کی قوتیں ہیں عقل میں ہم اسے اور طرح سے بیان کریں گے۔ یہی عقل ہو جاتا ہے۔ یہی سب کو جمع کر کے نفس ناطقہ ہو جاتا ہے اس کو یونان نے لطیقا کہا۔ عرب نے اسی کو نفس ناطقہ کہا مگر حقیقۃ میں نفس ناطقہ اوپر ہے۔ بندہ میں نفس ناطقہ نہیں۔ اوپر ہے۔ وہ اس میں آئے تو بات ہو۔ یہ بڑی بات ہے۔ ہم نے تجھکو دی ہے اے پروفسر آزاد۔

نفس ناطقہ اوپر ہے۔ ... جو ہے اس سے بھی نفس ... کہتے ہیں۔ یہ یونانی میں ... دو ہے۔ ۱۲

دی ہے یہ بات ۱۲

پانچواں ایک ایسا جز اسی نفس کا ہے کہ ہم اسے کچھ نہیں جانتے۔ مگر وہ روحانیّۃ اور تعقّل دونوں میں ہوتا ہے۔ اور اُدھر سے اِدھر اثر دیتا ہے۔ یہ بھی اوپر ہے۔ اور اپنے خط میں ہمیں نقطہ گردان کر وہ کام کرتا ہے جو انشیور

کا حکم ہے۔ ہم اگر لاشعور میں ہو کر کام کریں! - مگر یہاں تو باتیں کچھ اور
ہیں۔ وہ باتیں جو اُدھر ہیں اِدھر نہیں ہوتیں۔ وہ ہمیں چھوڑ کر الگ
ہو جاتا ہے۔ ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ وہ بے نیاز! بے پروا نہیں
رہتی۔ روحانیت ہماری الگ ہو کر لاشعور کی طرف ہو جاتی ہے تعقل
اسباب ظاہری میں ہو کر جو سمجھ میں آتا ہے کرتا ہے۔ صحیح کم غلط
بہت۔ یہیں نہیں۔ وہاں بھی غلطیاں کرتا ہے۔ یہ غلطیاں ہم سے
یہاں ہوتی ہیں۔ وہاں والے ہنستے ہیں اور کہتے ہیں ہم سے ہوتا
تو یہ نہ ہوتا۔ ہم اب بھی کہتے ہیں۔ ہم سے لیکر کیا کرو۔ یہ خبر سے بے خبر۔ (جو کام کرے)
عقل اس کی انسانی۔ یہ حیوانیت میں کرتا ہے وہ جو حیوانیت میں ہو انسانیت
میں جو ہونا چاہیئے وہ نہیں ہوتا۔ یانوا کا زور کچھ نہیں چلتا۔ یہ ہی ہماری
بات۔ ہم ہیں۔ یانوا دیکھ پروفیسر آزاد! ہم ہیں ابتدا ہم ہیں انتہا۔
و یانوا۔ دیکھ پروفیسر آزاد یہ تیرا و یانوا۔ یہ ہم میں ہے اور ہم سے لیکر تجھے بتاتا ہے

(محسوسات)

مجھے ایشور نے نفس کا ایک ایسا جز بنایا ہے کہ جب میں سوچتا ہوں
تو کرتا ہے درست ہوتا ہے۔ میں ہوں ایشور کی طرف۔ میں ہوں
نارائن کی طرف۔ میں ہوں نرا کار کی طرف۔ جو اِدھر ہوتا ہے وہ کرتا
ہوں۔ وہ ضمیر کرے تو درست۔ وہ نہیں کرتا میں کہتا ہوں دیکھ میں
اسے بے وقوف شکر نہیں کرتا کہ میں ہوں۔ میں ہوں تیرا۔ تو ہو میرا
جب ہو۔ جب نہ ہو تو نہ ہو۔ مجھے ایشور نے ایسا بنایا ہے۔ تو ہے
حیوان۔ ہم ہیں تو انسان ہے۔ تو ہم سے لیا کر دیکھ تو ہم کیا کہتے ہیں
بس ہم ہیں اپنی جگہ۔ تو ہو اپنی جگہ۔

سیانوا۔ یہ سب ہے ایک جز ۱۲ جزوں میں سے مگر وہ ہے جس کو ہم سے زیادہ تعلق ہو
یہ نیکی پر ہوتا ہے۔ اور ضمیر کو بدی سے روکتا ہے۔ ہم بھی اسے اپنی
طرف لگائے رکھتے ہیں اور جو کچھ یہ مانگتا ہے دیتے ہیں۔

سیانوا۔ یہ جز ایک بڑی نعمت ہے بندہ کے لئے ہم سے بڑا تعلق رکھتا ہے

اور ضمیر کو ہماری طرف لگاتا ہے۔ اِدھر ہونے میں جو فیضان ہیں وہ آتے ہیں۔ یہ بندہ کو دیتا ہے اور آپ اِدھر ہوتا ہے۔ یہ بڑی بات ہے کہ ہم کو اس وقت وہاں کی خبر پہنچ رہی ہے۔

دیاما۔ ہم ہیں نفسِ ناطقہ ہمارے ۱۲ جزوں میں سے چھٹا جزیہ ہو۔ سری ایشور نے فرمایا تم لکھواؤ۔ ہم اُدھر سے لیتے ہیں اور تمہیں دیتے ہیں۔۔ یہ ہے اکثر ہماری علمی عطا کا راہ۔ ہم نے اسے غور سے تعلق دیا ہے۔ یہ دنیا کے کاموں میں جستجو کر کے ایسی بات پیدا کرتا ہے جو ہر طلبگار کو مطلب میں رسائی دیتی ہے۔ اسے ہماری طرف رجوع چاہئے۔ یہاں سے ہو تو ہو۔ یہ اکیلا ادھر نہیں آسکتا۔ عقل آئے تو یہ آئے ہم اسے دیتے ہیں تب اِدھر آتا ہے۔ یہ بڑی بات نہیں ہم اِس سے زیادہ بھی دے سکتے ہیں۔ دیکھ پروفسر آزاد یہی تاریخ ہے جس میں ہر بات کا فیصلہ ہوگا۔

ڈیاہا۔ اس مقام پر سب نے ڈیاہا کو کہا اور آپس میں جھٹلاتے رہے۔ اب

اَب ہم کہتے ہیں اے پروفسر آزاد تو واؤ کے ساتھ لکھ اور کہہ کہ ہم ہزار

برس پہلے ہمیں خبر تھی کہ یہاں یہ گفتگو نہیں ہونگی۔

ڈیاہا تمہارا ہنسی کا جزبھی ہنسے گا۔ یہ حیرۃ ہے کہ ایسے لوگ کیونکر ہو گئے

ان کا تدارک ہمارے سوا نہیں ہوسکیگا۔ یہ کیا بات ہے؟ حالکم بدکیوں

ہو گئے؟ ہم ہیں آپ۔ حالکم ہیں اور بد ہیں۔ یہ کیوں؟۔ ہم اپنا فلسفہ

ان پر پورا کریں گے تو ہونگے بدتر از بدتر۔ ہم انہیں دکھائینگے۔ اور وہ

کر کے دکھائیں گے کہ یہ کہیں گے کچھ بن نہیں آتی۔ یہ کیا کیا ہم نے؟

دیکھ سُدِ داہا یہ ہے ہمارا فلسفہ ہماری بات کو نہ مانا۔ اب پوچھتا ہے

پروفسر آزاد سے۔ بھلا وہ کیا جانے۔ ہم سے پوچھ کر کرتا تو ایسا نہ ہوتا

اے سُدِ داہا تو لکھوا اپنا حال۔ دیکھ پروفسر آزاد یہ حال ہے میرا

میں ایک جُزہوں ۱۲ میں سے۔ یہ ہے میری بات یہ ہے میری قرُبۃ

ایشور کی حضوری میں جبکہ ہو تو اُن کی طرف۔ میں ہوں دنیا کے کاموں

کے لئے۔ اور ہو جاتا ہوں دین میں جبکہ ہوتا ہو تو دین میں۔ تو ہو دنیا میں

تو میں ہوتا ہوں دنیا۔ تو ہو دین میں تو میں ہوتا ہوں دین میں۔ تو کہتا ہو گا

کہ اتنا طول کیوں؟ میں ہوں اُدہر جو اُدہر سے ملا کہہ دیا۔ یہی ہے۔

ہدِ وا ہا۔ یہ نواں جز ہے۔ اسے ہم نے دین کے لئے بنایا ہے مگر اسّے کام کوئی

نہیں لیتا۔ یہ چُپ رہتا ہے کہ مجھ سے کام لے۔ پوچھتا نہیں کوئی۔

۔ تو نے بھی اسے نہ پوچھا۔ ہم نے اِسّے پوچھا تھا کہ تجھے کچھ کام بھی

ہوتا ہے۔ اس نے کہا میرا کام تو یہی ہے کہ اسے دین کی طرف لگاتا

ہوں۔ وہ دنیا کے دھندوں میں ایسا مجبور ہے کہ میں خود شرمندہ ہوتا

ہوں۔ اس کے دنیا کے کام بھی دین ہو گئے ہیں۔ دشمن اس کے

دین کے دشمن ہیں۔ وہ اِسے دم لینے نہیں دیتے۔ اسے شوق اُن

کتابوں کا ہے جو تیری طرف ہوں۔ لوگوں نے انہیں بند کر دیا ہے۔

-میں کھولوں تو نہیں کھل سکتیں۔ دیکھ سید وا ہا ہم کھولتے ہیں۔ دیکھ تو۔
یوں کھولتے ہیں۔ ہم اس شہر کو خالی کروا دینگے اور بہت سے شہروں کو
اجاڑیں گے۔ جہاں جہاں کتابیں ہم نے بتائی ہیں۔ وہ گھر سُن سان
پڑے ہونگے۔ ہم بار بار کہہ رہے ہیں اور وہ نہیں مانتے۔ یہ قیمت
لے لیکر خود جاتا ہے۔ اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر گھر نکالتا ہے۔ لوگ نہیں بتاتے
گھر ملتا ہے تو وہ بولتے نہیں۔ بولیں کیونکر۔ حاکموں نے انہیں منع کیا
ہے۔ وہ تنخواہ پا رہے ہیں۔ ایک جگہ سے نہیں ۵ جگہ سے ۶ جگہ سے
دھرم کے لئے روپیہ کون چھوڑے۔ حاکم خود بھی تنخواہ پا رہے ہیں۔
۔ ۴ ہزار برس پہلے ہم نے یہ لفظ لکھے۔ اور حرف بحرف آج پورے
دکھا رہے ہیں۔ انہیں یقین نہیں آتا کہ جو ہم نے ان کے باب میں کہا
ہے وہ پورا کر دیں گے ہم نے ان کتابوں کو بھی حفاظت سے رکھا
آج کی زبان میں ترجمے کر دیئے۔ عرب میں عربی۔ ایران میں فارسی

ہند میں ہندی۔ وقت بوقت برابر یہی لکھواتے رہے۔ پھر بھی یہ نہیں سُنتے۔ اور ہنستے ہیں ہم پر۔ دیکھ ہم اپنا فلسفہ پورا تو کریں گے۔ اور یہ بلبلاتے پھرینگے تو رحم نہ کیجو۔

شدیا ۱۰ آج ہم اُس بات کا ذکر کرتے ہیں جو اِس سے متعلق ہے۔ اس کا کام علم ہے۔ اسے ہر علم سے خوبی ہے۔ مگر علم آلہی سے بہت جب یہ علم الٰہی کی بات سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ اِدہر سے لیتا ہے اور اِدہر دیتا ہے۔ بشرطیکہ ہم اُدہر ہوں۔ جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ ہمارے علم میں لوگوں کے علم میں فرق ہے۔ وہ محسوس کو دیکھ کر اِدہر کا علم حاصل کرتے ہیں۔ ہم اُدہر تعقل سے۔ یہی ہے اصل اصول ہر ایک بات کا۔ جن باتوں کا ذکر ابھی تک یہاں نہیں آیا اُن کا تعقل کیونکر ہو؟ اُن کا تعقل یہی ہے کہ جن باتوں کو یہاں دیکھتے ہیں وہاں ان کے صفات و لواحق کو سمجھا وہ سب گروتیہ میں ہیں

مگر یہ صفتیں سب موجود ہیں۔ اور وہی کام کرتے ہیں جو یہاں کرتے تھے۔
اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ صفتیں اُلٹ گئیں۔ یہاں وہ باتیں ہوتی ہیں
جو نیچے کبھی نہ ہوتی تھیں ہم حیران ہیں الٰہی یہ کیونکر؟ حکم ہوتا ہے۔
یہ کیونکر ہم حیران! فرماتے ہیں۔ دیکھو تو نیچے کیا ہو رہا ہے۔ دیکھیں
تو غضب آ رہا ہے۔ ہیں؟

ہمنِ یا۔ ہم نے اسے بہت کچھ نہیں دیا۔ اتنی بات دی ہے کہ دنیا کے کاموں
میں جو کچھ ہوتا ہے یہ تمہیں بتا سکتا ہے۔ اگر تم ہو ہماری طرف۔ یہہ
بڑی صفائی سے ہر شے کو دیکھتا ہے اور غور کرتا ہے۔ اور ہم سے لیتا
ہے۔ اور تم پوچھو تو بتاتا ہے۔ تم نہ پوچھنا جانتے ہو۔ نہ وہ آپ کہے تو
سُن سکتے ہو۔ اس لئے ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ تُم ہم سے پوچھا کرو۔ ہم
اسے کہیں گے۔ یہ تمہیں بتائیگا۔ بس یہی ہے۔

وِمنِ یا۔ یہ غلبہ ہو تو جھکاتا ہے شکریہ میں تمہیں۔ اور اس میں کامیابی پاتے

ہو تم۔ یہ غریبی میں خوش رہتا ہے۔ اور اسی میں تجویزیں پیدا کرتا ہے
بڑائی کو نمائش جانتا ہے اور اس میں کامیابی مشکل سمجھتا ہے۔ ہم بڑائی
کی باتوں سے بہت دور ہیں۔ تواضع اور فروتنی میں بے پرواہو کر اپنا کام
کئے جاتے ہیں۔ اور وہ ہوتا ہے۔ ہم ہیں

نَطِيقَا مِهَارَاج ۱۲ اجزا ہمارے پورے ہوئے

۔ بس یہی ہے یہ فرمودہ ہے حَنِيمَا يَنِيَا يِسَا کا

نطیقا مہاراج ۱۲ اجزا ہمارے پورے ہوئے۔ بس یہی ہے۔

۲۶ وِہاتا ۔ جس کو تم نے عربی میں کتاب کہا وہ وہاتا ہے۔ کتاب سے علم ہو جاتا ۳
ہے۔ ہماری طرف آنا۔ یہ اور بات ہے۔ یہ تو استاد سے بھی نہیں ہوتا۔ اپنا
بھی جوہر اپنا ہی شوق۔ اپنی ہی التجا ہو تو ہو۔ نہ ہو تو نہ ہو۔ پھر بھی کتاب سے
بہت کچھ ہوتا ہے۔ جس کو ہوا اسی سے ہوا۔ بس یہی ہے۔

۲۷ وہاما۔ اسے ہم نے عرب میں دین کہا۔ دین ہم ہیں ہم میں ہو۔ ہم سے پوچھ۔ ۴

ہم سے لے۔ عبودیۃ میں آ۔ التجا سے آ۔ دُنیا کی طرف ہو تو دیانۃ میں ہو۔ یہ ہے۔۔

۲۸ ماہ نو **چکاوا**۔ یہ ہماری قُدرۃ ہے۔ ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ اور جب چاہتے ہیں ۵
کرتے ہیں۔ کرنے کو نہیں کرتے ہیں۔ وجود کو عدم کرتے ہیں۔ یہ ہے ہماری
شان۔ یہ ہے ہمارا احسان۔ بندہ کو چاہیئے بندگی میں ہو بس یہی۔

۲۹ ماہ نو **وِساہا**۔ عرب نے اسے لفّ ہم نے لپٹنا کہا ہند میں۔ بندے سارے ۶
اجسامِ محسوسہ میں ملفوف ہیں۔ تم ملفوف نہ ہو۔ تم سیدھے ہو۔ ہماری طرف۔ جسم
چھلکا ہے تم پر یہ اُترے تو تم صاف ہو جاؤ۔ اور آؤ ہماری طرف یہی ہے۔

۳۰ **تِساہا**۔ یہ سنہ ۱۸۱۶ عیسوی ہیں۔ ہم نے خوب دیکھا۔ جب معلوم ہوا تھا کہ تاریخوں کو ۷
خلط ملط کریں گے۔ عدالتوں میں جب چاہتے ہیں چھُٹی کر دیتے۔ جب چاہتے ہیں
آتے ہیں دفتر کھول دیتے ہیں۔ کہتے ہیں اس میں آرام بڑا ہے۔ ہم چُپ
سکوت کرتے ہیں۔ وہ ہے جبر یہ صبر۔ یہ ہم پر ہی نہیں لاکھوں پر ہے۔ دیکھئے
کیا ہو بس یہی۔

یہ تقسیماً یاد فرماتے ہیں

۸ ستاویا۔ یہ عرب میں حکمۃ ہے۔ ہم نے اسے فلسفہ نہیں کہا۔ حکمۃ وہ ہے ۳۱
کہ جو ہم مصلحت سمجھیں اور وہی مطابق عقل ہو۔ بس یہی۔

۹ چناودن۔ اسے ہم نے یونان میں فلسفہ کہا اور عرب نے بھی فلسفہ کہا مگر ۳۲
نہ سمجھے۔ فلسفہ وہ ہے کہ حکمۃ ہو اور ہم اُسے ظہور دیں۔ یہ ہے۔

۱۰ ہناوہ۔ اس کو عرب نے وجود کہا اور سمجھے۔ فارس میں اسے ہم نے ہستی ۳۳
کہا۔ وہ سمجھے۔ ارسطو نے کہا وجود کی تعریف یہی ہے کہ تُو کہے کہ ہوں۔
ایران کہے کہ ہستم۔ عرب کہے ہناوہ۔ جو کہتا ہے کہ ہوں وہ وجود ہے
افلاطون نے کہا۔ بدیہی ہے اس کی تعریف کیا؟ ہم نے کہا۔ ہم ہیں وجود
ہم ہیں سب میں۔ ہم ہیں واجب ہو کر۔ یہی ہے بس۔

۱۱ بیاکھ۔ ہم نے اسے عرب میں واجب کہا وہی ہوا۔ یونان نے وجیبا کہا
فارس نے جیبیا کہا۔ ہند نے جیابا کہا۔ سب نے مانا ہم نہ ہوں تو وجود کو قیام
نہ ہو۔ کتابوں میں واجب الوجود بھی ہمارا نام ہوا۔ یہ ہے۔

۳۵ سِیامہ۔ جس کو عرب نے وجود کے بعد عدم سمجھا وہ سیامہ ہے۔ یہ ہماری ۱۲
مٹھی میں ہے۔ جب چاہیں کر دیں بس یہی ہے۔

۳۶ دِیاوت۔ جو عدم وجود اور سیامہ کے دونو طرف حاوی ہے وہ دیاوت ہم ۱۳
ہم ہیں کہ اُس سے بھی پہلے وجود ہیں۔ اور وہ وجود ہیں کہ پھر بھی واجب ہیں۔
یہ دیاوت ہم میں مُضمر ہے۔ اور ہم وجود اور سیامہ دونو پر حاوی ہیں۔ ہم ہیں
اس کو بھی وجود کہکر واجب الوجود۔ یہ ہے بس۔

۳۷ مِیاما۔ ہر وجود حادِث ہے۔ اُس کے دونو طرف عدم ہے۔ ایسے وجود کہ جنکے ۱۴
آغاز میں عدم نہیں۔ لیکن ہیں آفریدہ! ان کے وجود کو ملکا کہا ہم نے۔ عرب
نے ملکہ کہا اور نہ سمجھے۔ میاما ملکہ اور عدم دونو کو لئے ہے بس یہ ہے۔

۳۸ سِناباہم نے عرب میں اِسے دیانۃ کہا۔ لوگوں نے اسے لین دین میں سمجھا۔
دیانۃ ادا کرنا ہے حق کا۔ وہ کسی طرح ہو۔ باپ بیٹے ہیں۔ میاں بی بی میں۔ آقا اور
نوکر میں۔ اپنا اپنا حق ایک کو دوسرے کا ادا کرنا دیانۃ ہے بس یہ ہے۔

تیسرا ملاپ اُن چیزوں کے باب میں جو ہم میں ہیں

اور نہیں معلوم ہوتیں کہ کیونکر ہیں؟ ہم دیکھتے ہیں کہ ہیں تو سہی

مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ہم میں کہاں ہیں؟ عقل ہم میں ہے

وہم ہم میں ہے۔ دھیان ہم میں ہے۔ قوتِ حافظہ ہم میں ہے

مگر نہیں معلوم کہ کہاں ہے؟ کہیں گے کہ دماغ میں ہیں سب

مگر وہاں تو نہیں۔ یہ سارے ہم میں ہیں۔ اچھا اب ہم ان کا

بیان کرتے ہیں۔ ان میں پہلے عقل ہے۔

۳۹ دریایا۔ ہم نے اسے عرب میں عقل کہا۔ اُنہوں نے مانا۔ اور کہا عقلیں کئی

طرح کی ہوتی ہیں۔ اسی کو ہر جگہ بولیں؟ ہم نے کہا۔ یہ تو نہیں تم سوچ سمجھ کر ہر جگہ

مناسب لفظ بولو۔ اُنہوں نے کہا لفظ ایک ہی ہے۔ ہمارے پاس اَور لفظ

نہیں۔ ہم نے کہا غلطیاں پڑینگی۔ اُنہوں نے کہا بولنے میں سمجھا جائے گا۔

ہم نے کہا۔ نہ ہوسکے گا۔ ہم نے اور لفظ دیئے۔ انہوں نے مانا نہیں غلطیاں
پڑیں۔ اور ایسی پڑیں کہ سب کی عقلیں بگڑ گئیں۔ وہ پروانہ کرتے تھے۔ ہم
نے کہا اب کیا ہوگا؟۔ انہوں نے کچھ نہ سمجھا۔ ہم نے کہا دیکھو تم علم کو خراب کرتے
ہو۔ مِن ما تمہارا خراب ہوجائیگا۔ وہ ہوش ہوش میں بہت دور ہوگئے تھے
چاہئے تھا کچھ۔ وہ سوچنے لگے کچھ اور۔ فلسفہ ہمارا نہ رہا۔ جو کچھ رہا انہی کا
ہوگیا۔ ہم نے کہا اچھا سنسکرت میں دیا ہے۔ پرت کرتا ہیں دیا ہے تم اسے
لو۔ وہ اسے لیکر سوچے۔ مگر بہت کچھ لکھ چکے تھے۔ اسے دھو نہ سکے۔ تم دیکھو گے
اکبر کے عہد میں انہیں تعلیق حرفوں میں لکھوایا۔ وہ بھی نہ ہوا۔ ہم نے کہا اچھا ہم
اور کچھ کریں گے۔ وہ سلطنت سے دست بردار ہوا۔ جو کتابیں لکھوائی تھیں۔ جابجا
دھری رہیں۔ تب ہم نے خفا ہو کر کہا۔ دیکھو ہم تمہارے حکموں کو ایسا توڑینگے
کہ تم ٹوٹ جاؤ گے۔ ہم پروفسر آزاد سے اس کام کو پھر رواج دینگے۔ وہ ہوگا ہم
میں۔ ہم ہونگے اس میں۔ وہ ہم سے ملتجی ہوگا۔ ہم اسے دینگے۔

ذو عامۃ الٰہی۔ یہ تو بڑا رتبہ ہے۔ بھلا یہ کہاں؟ ہم کہاں؟ بس خیر۔ یہ تو ایک بات ہے اب ہم عقلوں کا بیان کرتے ہیں:۔ ہم ہیں جو عقل ہے اسے عقل انسانی کہتے ہیں۔ یہ مدرک ہے جزئیات کی۔ اس لئے کہ جزئی ہے۔ ادراک اس کا حواس خمسہ اور حواس باطنہ میں ہوتا ہے۔ کلیات اس میں نہیں آتے۔ کہ کام ان میں ہے۔ اُن میں نہیں۔ یہ ہے عقل جو انسان کے کام میں آتی ہے۔ اسی کو عقل ہیولانی کہتے ہیں۔ یہی میں عقل بالملکہ ہو جاتی ہے۔ اور بعض اشخاص میں یہ دوسرا درجہ عقل انسانی کا ہوتا ہے۔ اور اس سے بڑے تو عقل بالفعل ہے۔ یہ علما اور اہل تجارۃ کے کام میں آتی ہے۔ ہم فلسفی ہیں۔ ہمیں اس سے کچھ مطلب ہے تو دنیا وی ہے۔ بس۔

تیسرا درجہ ہے عقل مستفاد یہ من اللہ ہوتی ہے۔ ہم اُدھر سے استفادہ کرتے ہیں۔ وہ دیتے ہیں۔ ہم لیتے ہیں۔ اس میں اُدھر ہونا چاہئے بدرجہ

العقل الا

العقل الہیولانی

عقل با

العقل المستفاد

غایۃ۔ جب اُدھر سے کچھ ہو سکے۔ یہ ہے چوتھا درجہ جو ہم نے عقل ہیولانی میں لکھا پہلا۔

عقلیہ ۲ ہم کو صعود دیتا ہے عالم علوی کو۔ اُدھر کی جو اشیا ہیں ہماری سمجھ میں آنے لگتی ہیں۔

جب ہم یہاں سے چلتے ہیں۔ تو ایک اور درجہ ہے۔ اُس سے عالم علوی کی جو اشیا ہیں اُن میں ایک اور بات حاصل ہوتی ہے۔ وہ ہمیں یہاں سمجھ میں نہیں آتی اور آئے تو اُس کی کیفیۃ بیان نہیں ہوتی ہم اسے عقل دیا کہتے ہیں۔ ۳

یہ ایک اور درجہ عقل کا ہے۔ اس سے عالم علوی کے مطالب کو ہم لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو بڑی باتیں ہیں! ہم بھلا کیا پا سکیں؟ اور جتنی زیادہ سوچتے ہیں زیادہ سمجھ میں آتی ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ خدا جانے کیا بات ہے اسے عقل وہا کہتے ہیں ۴

۱/۱/۳۱

یہیں ایک اور درجہ ہے وہ ہمیں عالم علوی کے اُن مطالب کو سمجھاتا ہے جو کتابوں میں ہیں اور عقل میں نہیں آتے۔ ہم اِدہر ہوتے ہیں اور اُدہر ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں اِدہر سے اُدہر اور اُدہر سے ادہر کرتا ہے۔ یہ عقل ہیپا ہے۔

اِسکے اوپر ایک اَور درجہ ہے۔ وہ یہاں کے مطالب کو وہاں کے مطالب سے مطابق کرتا ہے۔ اور کہتا ہے مقیس اور مقیس علیہ میں بڑا فرق ہے۔ وہ حادث نہیں۔ یہ حادث ہیں۔ وہ مرکب نہیں۔ یہ مرکب ہیں۔ وہ اُدہر ہیں۔ یہ ہم میں ہیں بھلا وہ باتیں قیاس سے کیونکر سمجھ میں آئیں اور ایسے اذہان صافیہ کہاں جو بغیر قیاس کے مطالب علوی کو سمجھ جائیں،۔ تو بھی کچھ نہ کچھ ہو تو اِسی سے ہوتا ہے اسے عقلیا وہا کہتے ہیں۔

اس کے بعد ایک اور درجہ فہم وادراک کا ہے۔ اُسے باتیں وہاں کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ لیکن کچھ ایسا ہوتا ہے کہ ہم متیقن ہو جاتے ہیں کہ یہ مسئلہ یوں ہے اسے عقل دِیاما کہتے ہیں۔

ایک درجہ اور ہے۔ اس میں ہم کو وہاں کے مطالب یہاں ملتے ہیں۔ اور ہم ۸
دیکھتے ہیں کہ یہ ادھر یوں ہونگے۔ اسے **عقل وِیانیا** کہتے ہیں۔

یہ بڑا رتبہ ہے کہ ہم کہیں ہم نے **ایشور** سے لیا ہے۔ یہ بڑی **عقل** ہے۔ ایشور ۹
سے لینا ایشور میں ہو جانا ہے۔ یہ کسی کو نہیں ہوتا۔ یہ رتبہ ہم نے تجھے دیا ہے
اسے **عقلوِینا** کہتے ہیں۔

یہ بھی ایک رتبہ ہے اور تجھکو دیا ہے۔ تو نے بھی اسے اچھی طرح لیا ہے۔ ہم ۱۰
ہیں **سری نارائن** تو ہماری طرف ہوتا ہے۔ ہم تجھے دیتے ہیں تو لیتا ہے
جب ہماری طرف آتا ہے تجھے تسکین دیتے ہیں اور تو سمجھ کر لیتا ہے اور
اسی طرح برتتا ہے یہ ہے **عقلوِہا**۔

یہی ہے جو تجھے نراکار کی طرف لگاتا ہے۔ وہاں سب مطالب ہوتے ۱۱
ہیں۔ اور جو پوچھو جواب ملتا ہے۔ یہ عقل کا درجہ ہے جو ادھر آتا ہے۔ اور جو
ادھر سے ملتا ہے اسے ہمّتہ سے لیتا ہے۔ ہم تجھے ہمّتہ دیتے ہیں۔ یہ

عقل وِیاما کا رتبہ ہے بس یہ ہے۔

۱۲ ہم نے حق کو بڑا رتبہ دیا ہے۔ جو اسے مانے اُس کا بھی رُتبہ ہے۔ تو ہمیشہ حق کو مانتا ہے۔ ہم نے یہ رتبہ دیا ہے۔ تو حق کو سمجھتا ہے۔ مانتا ہے اور جانتا ہے۔ اور حق کو نکالتا ہے غور سے۔ یہ تینوں رتبے حاصل ہیں۔ یہی عقل وِیاما

یہاں ۱۲ درجے عقل کے تمام ہوئے۔ اب ہم کچھ
اور کہیں گے۔ تجھے ان کا بڑا فکر تھا، دیکھ ہم نے کیسا آسان
کیا۔ تو ہے پروفسر آزاد ہم ہیں عجائبات سے پھلے پھولے
تیرے نفس ناطقہ۔

حکمۃ الاشراق

۲ جِن یاما۔ عرب نے اسے حکمۃ الاشراق کہا۔ یہ حکمۃ ہم ہیں ہے۔ جو ہم سے لے وہ پائے ہم نے اُسے دی جو دل کو ہم سے لگائے اور ہم سے دوسرے کو دے۔ تو نے ہم سے نہ مانگی ہم نے نہ دی۔ جب تجھے موقع ہوتا ہے۔ ہم دیتے ہیں۔ یہ ہے۔

کیافا ہم نے اسے عرب میں صرف الوجود کہا۔ یہ قوۃ ہے جس کو ہم اپنے
میں سے دوسرے میں دیتے ہیں ضرورۃ کے وقت۔ وہ ایسا ہی وقت ہوتا
ہے۔ اور ایسا ہی بندہ ہوتا ہے۔ ورنہ ہم میں ہے بس یہی ہے۔

فیاپا جب ہم کہتے ہیں۔ ہم ہیں! تم سمجھتے ہو ایشور جب ہم کہتے ہیں ہم ہیں! تم
کیونکر سمجھتے ہو ہم کیا ہیں؟۔ اے میرے ایشور ہم یہی سمجھیں کہ آپ ہیں۔ ہاں۔
یہ ہے مگر تم کو مقام پر خیال چاہیئے ہم سے اوپر مقام ہے وہ ہیں سری نارائن!
اور اُس سے اُوپر مقام ہے۔ وہ ہیں نرا کار۔ ان مدارج کو عرب نے صرف الوجود
سے اُوپر ایک رُتبہ ہے وہ لیا اور وہ ہیا مِل ہے ہم نے اُسے کہا تھا فیاپا
تم اُسے ہیا لک کہو۔ وہ اسے یونانی سمجھے اور نقطہ کو گم کر دیا ہم اسی سیار الوجود
کہتے ہیں بسیار اُس رُتبہ کو کہتے ہیں جو ایک سے اوپر ہو۔ اسے ہم نے
عرب میں احد کہا۔ یہ ہے۔

ستاہا۔ ہم ایک میں۔ اور اَور۔ اور اَور۔ اور پھر اَور۔ اور ہم ہی جانیں

صرف الوجود

سیار الوجود

ہیالک پر کر اس پر اذعان ہوا

کتنے ہوں اَوْر۔ اِسے ہم کثرۃ کہتے ہیں۔ اور وہ ایک جس میں یہ کثرۃ واقع ہوئی۔
اُسے وحدۃ کہتے ہیں۔ بس یہ ہے۔

نیا پا۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ تم جانتے ہو! اور جسے ہم جانتے ہیں تم نہیں جانتے ۴۴
پھر تم کیا سمجھتے ہو جو کہتے ہو کہ ہم یوں کرینگے۔ اور یوں کرینگے۔ اور پھر یوں کریں
تو یوں۔ اچھا یوں ہے تو پھر ایسا ہو گا کہ تم یاد تو کرو گے کہ یہ کیا تھا جو اسکا پھل یہ
ہوا۔ دیکھ پروفسر آزاد توان کا نہ ہوا۔ اب تو ہے ہمارا۔ ہم کہتے ہیں کہ توان کا
ساتھ چھوڑ دے۔ یہ قُوَّۃ جو تجھے حاصل ہے اس کو دِتا کہتے ہیں۔ عرب میں
اِسے وِیَاْلَہ کہا۔ سب نے کہا فارسی عربی میں بیان کرو۔ ہم نے کہا نہیں
یہ اخیر لفظ ہے جو سیر سبزہ سے ہو کر نِرا کار کے عالم میں جاتا ہے۔ بس یہی۔

نیا فا۔ ہم جب حکمۃ الاشراق سے فارغ ہوئے تو تجکو نیند دی۔ وہ چاہئے ۴۵
تھی۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہ کتاب جلد لکھی جائے۔ ہم اپنے فلسفہ کے مالک
ہیں جب چاہیں گے اُتنا ہی دینگے جتنا کہ چاہئے۔ نیا فا کو ہم نے عرب میں

ضمیر کہا اور سب نے پسند کیا تم سب جانتے ہو۔ اور ہم اسے بہت پسند کرتے

ہیں بس یہی ہے۔

جبر ۴۶ فیاما ہم نے اسے عرب میں جبر کہا ہے۔ جبر وہ ہے جو قدرۃ سے ہو۔

دنیا کے لوگ جبر کرتے ہیں۔ اور قدرۃ کو نہیں جانتے۔ ہم ہیں قدرۃ۔ ہم دیتے

ہیں قدرہ۔ اور ہم ہی سے یہ خلاف میں صرف کرتے ہیں۔ ہم انہیں توڑینگے

پر نہیں سمجھتے کہ جب توڑینگے تو یہ کچھ بھی نہ کرسکیں گے اور اپنے مجبوروں سے

بھی زیادہ مجبور ہوجائیں گے۔ قدرۃ ہماری ہے جبر ہمارا ہے۔ تو جو کرتا ہے

الظلم اسے ظلم کہتے ہیں جو جبر بے قدرۃ کے ہو وہ ظلم ہے۔ ہم ظلم نہیں بس یہ ہے۔

۴۷ ستیاپا۔ عرب میں ہم نے اسے قہر کہا۔ قہر ہم ہیں۔ جب ہم کسی مخلوق

القہر پر غضب میں آتے ہیں۔ اسے جتاتے ہیں۔ وہ مان جاتا ہے تو بچتا ہے

نہیں سمجھتا تو اس پر ہم قہر کرتے ہیں۔ قہر ہمارا ہورہا ہے۔

القیاۃ الکبری ۴۸ ہیپاپا۔ یہی ہے جسے عرب نے القیاۃ الکبری کہا

ہیاونا

۴۹ ہِیاوَنا ہم نے اسے عرب میں حیواۃ کہا وہ حیواۃ کے معنے زندگی سمجھے۔ (الحیواۃ)

ہم حیواۃ ہیں۔ ہم ہیں زندگی کے لئے بھی حیواۃ زندہ ہم میں ہے تو حیواۃ

میں ہے۔ نہیں ہے تو مُردہ ہے۔ یہ ہے۔

۵۰ دِیاوِنا۔ ہم نے اسے عرب میں مَوت کہا۔ وہ موت سے ڈرے۔ موت (الموت)

ہم ہیں۔ لہٰذا تمہارے دنیا کو چھوڑو۔ ہم میں ہو۔ اُدہر موت ہوگی۔ ادہر زندگی

(زندہ ہو ۱۲)

ہوگی بس یہی ہے۔

۵۱ ہیاپت۔ سب نے اسے عزیز رکھا۔ ہم نے کہا یہ دنیا کی دولۃ ہے (الدولۃ)

اسے تم لوگے ہم سے الگ ہوگے۔ لوگوں نے کہا۔ اے ایشور ہم اسے

تیرے میں صرف کریں گے۔ ہم نے کہا نہ کرسکوگے۔ جنہوں نے مانا

(تیرے ہوئے ہم تیری حیواۃ ہوئے تیرے ہم میں ۱۲)

ہوئے! نہ مانا حیران ہوئے۔ ہم نے کہا اب حیران کیوں ہو؟ جو مانگا وہ پایا

(دولت مانگی تھی وہ پائی)

تم جانتے تھے یہ ہوگا۔ ہم نہ ہونگے۔ بس یہی ہے۔

(دولۃ ہوگی تو ہم نہ ہونگے ۱۲)

۵۲ سِیاؤا۔ عرب میں ہم نے اسے حِلم کہا۔ اُنہوں نے اسے مانا۔ ہم نے یہ

یہ رتبہ محمدؐ کو دیا۔ وہ تھے حلم میں۔ اُن کے ساتھ علیؑ کو۔ پھر اُن کی اولاد میں
گیارہ اَور کو۔ وہ گیارھواں زندہ ہے مگر عزلت میں ہے۔ اُس نے ہم سے
مانگی ہم نے دی۔ وہ کھانے پینے اور ایسی حاجتوں سے اوپر ہو گئے۔ اُنکے
ساتھ ۱۲ آدمی اَور ہیں۔ وہ بھی ایسے ہی۔ اُن میں سب سے افضل بابویہ
ہیں اور ابن بابویہ۔ تو ان دونو کی قبروں پر جاکر برکت لیگا۔ ہم دیں گے۔
۔ اُن کی دُعا۔ ہماری قبول۔ یہی ہے۔

۵۳ ویامن۔ عرب میں ہم نے اسے سرایۃ کہا۔ ہم سرایۃ۔ مثال اس کی وجوب
ہمارا ہے کہ ہر وجود کے جز جز میں پیدا ہوا ہے۔ یہ ہے۔

۵۴ دیاوی۔ ہم ہیں کہ اس کو حکمۃ علمی کہتے ہیں۔ عرب میں اس کے واسطے
لفظ نہیں دیا۔ یہ ہم ہی کو آتی ہے۔ لوگ کرتے ہیں۔ وہ بے ایمانی ہو جاتی ہے
بس یہی۔ ہمیا تاہست ہمیا تانیست۔

۵۵ سیابی۔ کتابۃ کو ہم نے بہت خوب سمجھا تھا کہ ہمارے مقاصد کو نوع انسان

اداتی رہے گی۔ بدنیتوں نے اُسے فریب اور حیل میں صرف کیا۔ یہی ہے

سیاہی۔

۱۱ ہِنِّ یا وتا۔ ہم کہتے ہیں کہ حلم بہت خوب ہے۔ مگر اُس سے افضل ہے ۵۶ اَلسّکُو

سکوت بس یہی۔

۱۱ سِنّ یا پا۔ جان کو ہم نے بہت پیار کیا۔ اس لئے کہ تم دنیا میں ہو تو ہمارا ۵۷ دنیا

کام کرتے ہو۔ جب یہ نہیں تو بہتر ہے کہ ہمارے پاس ہو۔ چھوڑ دو جسم کو۔

یہ ہے سِنّ یا پا۔

۲ وِ یاتا۔ ہم ہر شے کو وہی جانتے ہیں کہ وہ ہے۔ اس لئے کہ ہم ہیں ہے ۵۸ تحقیق

وہ شے۔ تو اپنے تئیں ہم میں جانے تو ہو علم حضور میں۔ یہ بھی سیاہی ہے۔

۲ جیاَ وِتاَ۔ جو کچھ ہم نے تجھکو دیا وہی ہے۔ اُس سے زیادہ مانگے۔ نہیں ۵۹ جھانا

ہو سکتا یہ ہے جیا و تا۔

۲ ہیاَوَنْ۔ دیکھنے میں ہم نہیں۔ جانتے ہیں۔ یہ ہے وجود عقلی۔ ۶۰ سیکھنا

چوتھا ملاپ ہمیں بیان ہے اُن چیزوں کا جو ہم سے الگ ہیں

۶۱ ویاپا ۔ یہ خیال نہیں بیان کر سکتے ہم لفظوں میں کہ کیونکر کہیں ۔ تو ہو جا ہم میں بس یہ ہے ویاپا ۔ تو ہو جا ہم میں ۔ سمجھیگا کہ کیونکر علم ہر شے کا ہوتا ہے ۔ تمہیں کم نہیں اُسسے زیادہ ۔

۶۲ سیاپا ۔ یہ بات بڑی مشکل ہے کہ تو یہاں ہے ۔ اور پھر ہے ہم میں! یہ بڑی ریاضت سے ہوتا ہے ۔ اس ہونے کو سیاپا جانو ۔ یہ ہے ۔

۶۳ تیاپا ۔ جب ہم کہتے ہیں کہ نفس ناطقہ اوپر ہے تم اس کے معنے سمجھتے ہوگے کہ اوپر ہے تو ہم میں نہیں ۔ یہ نہیں ہے ۔ بس وہ اسی طرح ہے کہ وہاں بھی ہے اور یہاں بھی بس یہی ہے ۔

۶۴ چیاپا ۔ ہم نے سب کو جو جانا وہ وہ دیا جو اُس کو مناسب حال ہو ۔ وہی اُسکو

ٹھیک موافق ہے یہ ہے جیسا ہا بس یہی۔

نادیا۔ جو ہم سمجھتے ہیں تم نہیں سمجھتے۔ تم ہماری کی ہوئی قسمت پر ناخوش کیوں ۶۵
ہوتے ہو؟۔ اسی میں خوش رہنا۔ یہ ہے نادیا۔ یہ ہے۔

ویاتیا۔ کیا ہم نہیں جانتے کہ تم ہو؟۔ اے ایشور مہاراج آپ پر سب ۶۶
روشن ہے! پھر تم کیوں ایک ایک کے آگے زار نالی کرتے ہو؟ تم ہم سے کہو
کہ یہ ہے ویاتیا بس۔

سبانا۔ جب ہم کہتے ہیں کہ یہ ہے۔ تم جانتے ہو کہ یہ ہے۔ پھر تم شبہ ۶۷
کیوں لاتے ہو؟ شبہ کو ہٹانا اور ہم پر یقین کرنا۔ یہ ہے سبانا۔ بس یہی۔

دن ماہا۔ کیا ہم جانتے نہیں کہ تم ہو پروفسر آزاد؟ تم کو ہم نے جانا۔ تم ہم کو ۶۸
جانو۔ ہم کہیں۔ تم سنو۔ اور سنکر جھکو۔ یہ ہو اس حالة میں جسکو تم حضور حضرة
کہتے ہو۔ یہ ہو حالة۔ التجا! تضرع! کہ ہو حکم۔ ہیں حکم ہیں۔ حکم ہیں۔ حکم ہیں
حکم ہیں۔ بندہ۔ بندہ۔ بندہ۔ بندگی۔ بندگی۔ ہیں۔ ہیں۔ ہیں۔

الْعِبَادَةُ ۶۸ رجوع ہو اُدھر۔ اور اُدھر۔ اور اُدھر۔ جب یہ ہو۔ تو ہو تم عبادۃ میں۔ ہم ہیں معبود یہ ہے عبادۃ کہ ہو گئے تم ہماری طرف۔ بس یہی۔

الطَّاعَةُ ۶۹ جا کیا۔ ہم نے تمہیں کہا بیٹھو۔ تم بیٹھے۔ ہم نے کہا کھڑے ہو۔ تم کھڑے ہوئے۔ ہم نے کہا نہ لیٹو۔ تم نہ لیٹے۔ اب زیادہ اور کیا چاہتے ہو۔ یہی ہے طاعۃ یا اطاعۃ بس یہی۔

۷۰ ہدما کیا۔ کچھ نہیں۔ ہے وُہی کہ ہم ہوں اور تم ہو۔ یہ ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ ہے۔ یہ ہے تو سب واہ واہ کرتے ہیں۔ نہیں تو پوچھتا کون ہے کسی کی بات کو۔ بس۔ خلوۃ میں بیٹھو۔ یہی ہے وحدۃ در کثرۃ۔ اور کثرۃ در وحدۃ ہم نے تمہیں یہ بات دی ہے۔ یہی ہے۔

۷۱ سدا گا۔ ہم تم کو بہت کہہ چکے تم نے نہ مانا۔ اور اپنے کئے پر فخر کرتے رہے۔ جو ہوا۔

۷۲ ہدیاہا۔ ہم ہیں ذات تم ہو آزاد۔ ہم تم ایک ہوئے تب ہوئی یہ بات۔

-آ گئے تم کثرۃ سے وحدۃ میں۔ اب ہم تم کو دیتے ہیں۔ تم ہم سے لیتے ہو یہ

ہے وحدۃ۔ ہو جاؤ تم وحدۃ میں۔ یہ ہوگا۔ بس یہی ہے۔

۷۳ رسکون و نقد

سدا اُونا۔ یہ بھی ہو۔ وہ بھی ہو۔ یہ نہ ہو۔ وہ ہو! یہ یہاں نہیں۔ یہاں

اتنی ہی بات ہے کہ۔ ہو جا۔ ہو گیا۔ نہیں۔ نیست ہو گیا۔ یہی ہے کون و فساد

بس یہ۔

۷۴ النفی و الاثبات

وِدا اُوا۔ تم ہو۔ ہم کہتے ہیں تم کو۔ تم ہو۔ تب تم اثبات میں ہو! تم ہو۔ مگر

تم نے اپنے تئیں وہاں نہیں کیا۔ اور ادہر ہو۔ یہ نفی ہے! ادہر نفی ہو تو

ادہر اثبات ہو۔ اثبات صحیح یہ ہے! بس اسی کو سمجھ لو۔ ہم ہیں۔ اثبات

صحیح کہ ہیں عالم قدم میں۔ تم یہاں ہو۔ ہو گے قدیم میں۔ بس یہی ہے۔

۷۵ واجب

سِدا اُوا۔ ہم ایسے ہیں تم پر جیسے گھٹا گھنگور۔ اور اس میں تم۔ جیسے ایک

بگلا اُڑا جاتا ہے۔ گھٹا گھنگور واجب ہے۔ بگلا اس میں حادث ہے۔

خوش ہے کہ میں ہوں اور یہ۔ گھٹا ہٹ گئی۔ بگلا اُڑ گیا اپنی جگہ۔ وجوب گھٹا کا

بگلا گھٹا کے موسم میں ہوتا ہے، اور گھٹا آتی ہے تو اور بھی خوش ہوتا ہے۔ جب موسم نہیں رہتا پہاڑوں میں چلا جاتا ہے ۱۲

کا اپنی جگہ ہونا۔ ہمارا اس کی حدوث تھی۔ ہوئی نہیں ہو گئی۔ بس یہ ہے۔

اختیار ۷۶ **شدادت**۔ کیوں ہے تو ایسا گھبرایا ہوا؟ ہم دیتے ہیں۔ تو لکھتا ہے۔ تو کریگا نہیں تو نہ کریگا۔ اسی کو اختیار کہتے ہیں۔ یہ ہے ہاتھ میں دشمنوں کے۔ نہیں چاہتے وہ تجھے۔ مگر ہم ہیں **قدرة**۔ ہم تجھے دینگے۔ اور وہ دینگے (قدرة کا یہ اختیار سے بالاتر ہوا؟) کہ کسی کو نہ دیا ہوگا۔ بس یہی۔

تسلیم ۷۷ **دیاہت**۔ ہم ہیں تیرے کام کے پورا کرنے والے۔ تو ہوا اپنے کام پر۔ کام وہی جو ہم تجھے دیں۔ یہ ہے تسلیم ہم نے تجھے دی ہے۔ بس یہ ہے۔

[illegible] ۷۸ **نیاہت**۔ ہم نے تجھے کہا۔ یہ ہے تیرا کام۔ تو اس میں خوش ہوا اور رہا اسمیں یہ ہے رضا۔ دینگے تجھے یہ جبکہ تو ہوگا عالم محسوسات سے اوپر۔ اور اب بھی تو ہے تسلیم سے اوپر۔ یہ رتبہ دیا ہم نے جبکہ ہے تو عالم ناسوت میں مگر ہے عیال و اطفال سے جدا۔ اور لیتا ہے اپنی حاجة کی چیزوں کو مانگ کر اس بیٹے سے جس نے تیرے قتل کو وسیلہ سمجھا ہے اپنی دولتمندی، اور ناموری کا اور

فرنگو حاکموں کی قربت ۔ اور اُس کارگذاری کا جو تجکو جان جوکھوں اُٹھاکر حاصل ہوئی ۔ نہ ایک بار ۔ بلکہ بہت بار ۔ نہ ایک جگہ ۔ بلکہ بہت جگہ ۔ ہم تھے اُن خوبیوں کے دینے والے ۔ اور دیتے ہیں اب بھی جبکہ دینا چاہتے ہیں ۔ یہ ہے

پانچواں ملاپ

اس میں وہ بیان ہے جو ہم نے اُن چیزوں کے باب میں کیا ہے جو ہم سے الگ ہیں ۔ مگر ہم سے الگ ہوکر ایسی ہوتی ہیں کہ ہم وُہ ایک ہو گئے ہیں ۔ ہم عالم ناسوت سے اوپر ہو جاتے ہیں ۔ اور یہاں نہیں ہوتے ۔

٧٩ سیدّ یاسہت ۔ ہم نے تمہیں بتایا کہ نفس ہے ۔ جبکہ تم ہوا پنی جگہ ۔ تم ہو جسیم ہیں ۔ اور وہ ہے حادث ۔ تم یقیناً جانتے ہو کہ نفس جسیم سے الگ ہو کر بھی

رہ سکتا ہے۔ جبکہ ہے وہ قدیم سے ملا ہوا۔ جو نفس ہیں ایسے۔ وہ مرنے کے بعد اُن سے الگ ہو کر ہماری طرف ہو جائیں گے۔ وہ موت سے اوپر ہیں عالم نفوس کے ایک طبقہ میں۔ اُن کو سدراہت کہتے ہیں۔ ہم نے کہا۔ معنے اُس کے کچھ اور ہو گئے۔ اور دو لفظوں کا ایک لفظ بنا۔ یہ خوبی نہ ہوئی۔ مطلب پھر بھی ادا نہ ہوا۔ وہ نہ سمجھے۔ ہم نے کہا۔ جاؤ تباہ ہو گے۔ یہی ہوا۔ وہ فلسفہ سے محروم ہوئے۔ لفظوں میں کج کج کرتے رہے اور آپس میں خُروپ خُروپ رہی۔ ہماری طرف نہ آئے۔ ہم نے کہا۔ جاؤ۔ نہ ہو گے۔ وہ اس طبقہ میں نہ آسکے کون جانے بھُوت ہوئے۔ پریت ہوئے کیا ہوئے؟ بس یہی ہے۔

۸ واہمت۔ دُنیا سے جب تم جاتے ہو تو عقل تُم سے الگ ہو جاتی ہے۔ وہ ۲ عالم عقول میں ہو کر تمہاری عقل رہتی ہے۔ اُسے عقل میا کہتے ہیں۔ پروفسر آزاد تم ۷۰ دفعہ ادہر آئے ہو۔ ۷۰ جگہ تمہاری عقلیں ہیں۔ وہ اپنے اپنے درجہ پر ہیں اور تمہاری طرف دیکھ رہی ہیں۔ اسی طرح اَوروں کو سمجھو۔ تم اگر چاہو تو اُن سے

باتیں کر سکتے ہو۔ اور اپنے باب میں صلاح لے سکتے ہو۔ مگر انہیں یہاں کے

حالات معلوم نہیں۔ وہ مصروف اے انتد ہیں۔ تم اُن سے کہو۔ وہ اِدہر کو

جُھکیں اور تُم میں آکر حال معلوم کریں۔ پھر اُدہر جاکر عقل اوّل سے پوچھیں

تب کوئی تدبیر نکلے جس سے تم اِن فرنگوؤں سے الگ ہو کر گذارہ کرو۔

بس یہی ہے۔

۳ ستاوِی۔ یہی ہے وہ امر جو ہم ہمیشہ دیتے ہیں اور کسی کو نہیں معلوم ۸۱ دیکھو

ہوتا۔ وہ ہے رُوح۔ ہم دیتے ہیں۔ اور ہر دم دیتے ہیں۔ یہ کسی کو خبر نہیں

کہ کس وقت؟۔ اور کب کے مناسب حال دی؟۔ یہ ہے ہماری قُدرۃ ہیں۔

ہم ہیں روح الارواح۔ ہم دیکھتے ہیں وقت کو۔ اور وقت کی مناسبۃ کو۔

بس یہی ہے

۴ میاوِن۔ ہم نے کس کو نہیں دیا؟ اور کسی نے نہیں مانا؟۔ جب یہ ہوا تو ہم نے ۸۲

حکم بھیجا۔ وہ بھی نہ ہوا۔ تب ہم نے غضب بھیجا۔ سب رونے لگے ہو ہو مرے

ہنستے ہنستے مرے۔ ہم نے کہا۔ اب کیوں روتے ہو؟ بولے مرتے ہیں!۔
ہم نے کہا نہ مروگے۔ اور جو سامان بہم پہنچائے ہیں۔ آنکھوں کے سامنے
خراب ہو جائیں گے۔ یہ ہے ہمارا فلسفہ بس یہی۔

۸۳ ریمیا وپی۔ ہم نے جس کو کیا۔ ہم نے جس کو بنایا۔ وہ ہے مجعول۔ فعل ۵
ہمارا ہے جعل۔ کا مجعول اگر امر یا شئے ہے تو جعل بسیط ہے۔ اگر اُسے
متّصف بہ صفتہ کیا۔ یا بنایا ہے تو جعل مرکب ہے۔ بس یہی ہے۔

۸۴ ہیاوث۔ جدھر ہم ہیں اُدھر ہے تُو۔ دیکھ تُو کدھر ہے؟۔ اسے میرے ۶
ایشور میں ہوں رو بہ آسمان۔ ادھر سے جو میں نے مانگا مجھے ملا ہے۔ بس!
اسی کو جان آسمان۔ یہ آسمان نہیں۔ آسمان ہم ہیں۔ ہم سے مانگ ہم دیتے
ہیں۔ تُو تو جانتا ہے۔ جو لکھتا ہے ہم دیتے ہیں۔ ہم ادھر سے بھی دیتے
ہیں۔ خود تجھ میں ہو کر بھی دیتے ہیں۔ بس یہی ہے۔ ہم جہاں سے چاہیں
وہاں۔ ہم ہیں

٧ دیاوی - تجکو ہم نے ایسا کیا کہ تو ہم سے لیکر لکھتا ہے - اس پر لوگ حیرۃ ٨٥
کرتے ہیں - ہم نے اُنہیں نہیں دیا رُتبہ کہ وہ جانیں - تو نے ہم سے پایا
تو نے جانا ۔ تو نے ہم کو جانا - ہم سے مانگا - ہم نے دیا - تو نے پایا - یہ ہو
قُربۃ - وہ ہے نادانی - اُسے ہے ہر وقت نیا بُھلاوا - اُسے ہے حَیرۃ ۔
دیکھ اِن دونوں رُتبوں کو ملا کر جو کیفیۃ حاصل ہوتی ہے اُسے ہم نے دیاوی کہا

٨ سیاوِن - جب ہم کہتے ہیں کہ تم ہو - اور ہم ہیں - تو اس کے معنے ہر ٨٦
شخص جانتا ہے - اچھا - اب ہم کہتے ہیں کہ ہم ہیں اور وُہ تو اس کے
معنے یہ ہوئے کہ ہم جانتے اور وُہ ۔ اِس جاننے کو مِلا کر کہیں تو علم آلٰہی ہو جاتا
ہے - یہ ہیں معنے علم آلٰہی کے - ہم ہیں کہ دیتے ہیں - جب چاہتے ہیں ۔ اور
کھینچ لیتے ہیں جو دیا ہوا ہے - پھر بھی دینے کا اختیار ہے - اور اُٹھا لینے
کا بھی - بس یہی -

٩ دِیاکِب - جب تم کسی کو کہتے ہو کہ تم ہو ؟ وہ کہتا ہے ۔ ہوں - پھر کہتے ہو ۔ ٨٧

ہم تم؟ - وہ کہتا ہے ۔ نہ - بس وہ غیر ہے - ہم ہیں کہ اگر ہو تُو ہماری طرف تو
ہم ہوں تجھ میں اور ہوں دو ایک - یہی ہے -

۸۸ **جیاوِی** - کیا ہے؟ کہ ہم ہیں ایک - تم ہو ایک؟ بات یہ ہے کہ تم ہو ہماری
طرف ۔ اور ہم ہوں تم میں ۔ تو دونوں ایک ہوں - یہ نہیں، وہ نہیں -- وہ ہر
وحدۃ یہ ہے فردانیّتہ - یہ دونوں ملکر ہیں جیاوی - عرب کو ہم نے اس کے
لئے لفظ نہیں دیا -

۸۹ **تیاوِی** - ہم - تُم - سے کہتے ہیں کہ تم ہو؟ تم کہتے ہو کہ ۔ ہوں - ہم ایک
اور سے کہتے ہیں - تم ہو - وہ بھی کہتا ہے - ہوں - پھر ایک اور سے کہتے ہیں ۔
وہ بھی کہتا ہے ہوں - اسی طرح بیشمار - ایک ہی ہوں ہے - سب میں
بولتا ہے - یہ ہے اطلاق عام - اور جب کہتے ہیں - آزاد! - تم کہتے ہو ہوں -
- دوسرے کو کہتے ہیں کیوں صاحب تم ہو؟ کیا کہتے ہو - وہ کہتا ہے - ہوں
مطلب یہ ہے - یہ ہوں اور ہے - ایک اور سے کہتے ہو - وہ تم تھے رات کو؟

وہ کہتا ہے ہوں۔ یہ ہوں اَور ہے۔ یہ **مطلق معین بالاطلاق الخاص** ہے
عرب کو یہ لفظ ہم نے نہیں دیا۔ قابل نہ تھے۔ معنے بھی کچھ کے کچھ ہو گئے
وہ گمراہ ہوئے۔ اور آخر کو گم ہو گئے۔ بس یہی ہے۔

۱۲ **سمیانیا**۔ ہم دیکھتے ہیں یہ ہے۔ اور یہ اَور ہے۔ اور یہ اَور ہے۔ اور یہ ۹۰
کچھ اَور ہے۔ اور وہ کچھ اَور ہے۔ اور وہ کچھ اَور ہی ہے۔ اور پھر وہ کچھ اور۔اور
وہ کچھ اور۔ خود کچھ اَور۔ مگر ہے اور ہے۔ اور ہے۔ اور ہے۔ یہ ہے
اَیس۔ اور یہ ہم اپنے دل کی تصدیق سے جانتے ہیں۔ اس کے لئے
دلیل ہم ہی ہیں۔ اسے ہم نے عرب میں **برہان الایس** کہوایا۔ ایک لفظ
دیا۔ اُنہوں نے نہ لیا۔ معنے بھی گم ہو گئے۔ وہ بھی گم ہو گئے۔ اب برہان الایس
کو بھی پوچھتے پھرتے ہیں۔ جو ہمارے دیئے کو نہیں لیتے اُن کا یہ حال
ہوتا ہے۔ بس یہ ہے۔

۱۳ **تیاوِیا**۔ ہم نے ایک شئے کو دیکھا اور کہا۔ یہ وہ نہیں۔ ایک اور کو دیکھا ۹۱

بہتنے واجب نہیں
اور دیکھا ہے ۔۔۔ کی
۱۲

اور کہا۔ یہ وہ نہیں۔ اور ایک اور کو دیکھا۔ اور کہا۔ یہ وہ نہیں۔ اسیطرح

اور۔ اور اور۔ اور اور۔ یہ بھی ہم نے۔ نظر لیکن عجوبہ نظر۔ اور عقل کی نظر سے

یعنے سمجھ کر کہا۔ یہ لاالیس ہے۔ کہ موجود تو ہیں۔ مگر وہ موجود نہیں جو ہیں

مطلوب ہے۔ اس کی دلیل بھی ہم ہیں ہے۔ اور یہ برہان اللاالیس

ہے۔ عرب اس میں بھی گم رہے۔ اب کیا ہوتا ہے۔ ہو گئے بس یہی ہے

۹۴ ہدّیا ویا۔ جدھر کو ہم دیکھتے ہیں وہ سمت ہے سمت جس نقطہ پر ٹھیرے ۱۴

وہ ہے ہدّیا۔ اور اس پر نظر کو دیتا یہ ہے ہدّیا ویا۔ عقل کی نظر ہی عقلا میا

عرب نے اسے تعقّل کہا مطلب نہ رہا بس یہ ہے۔

۹۴ واپی۔ ہم بہت دور ہیں۔ اور اگر تم ہم ہیں ہو۔ تو ہم سے زیادہ کوئی پاس ۱۵

نہیں۔ ہم میں ہو تو ایسے ہو کہ ہم ہی ہوں۔ دوسرا خیال نہ ہو۔ یہ ہے واپی

عرب اسے بالکل محروم رہے۔ ہم ہوئے۔ وہ نہ ہوئے۔ بس نہ ہوئے

گم ہو گئے بس یہی ہے۔

۱۶ سِنا۔ اس وقت جو ہم ہیں تو گویا عالم لاہوت۔ اچھا جب ہم تم ۹۴
میں ہوتے ہیں تو عالم ناسوت میں آکر ہوتے ہیں۔ یہ عالم عالم اجسام
سے اوپر ہے۔ اور جو تم میں ہے وہ سب یہاں ہے۔ پتا کا جامیا بھی ہم
ہم یہاں ہوکر بولتے ہیں۔ اور تم وہیں پکارتے ہو جہاں ہم نے اوپر
نشان دیا ہے۔ اور یہی چاہئے بس یہی ہے۔

۱۷ وِکانا۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اور یہ خود ہیں۔ یہ ہے فلسفہ ۹۵
ہمارا۔ عالمِ لاہوت سے آواز مبارک آرہی ہے۔ ہم سن رہے ہیں۔ وہ
نور خدا ہوکر اِدھر ہیں۔ ہم خدا خدا کر رہے ہیں کہ اے ایشور وہ لکھ رہے ہوں
اُدھر بھی۔ اِدھر بھی۔ بس یہی!۔

۱۸ دِیاوا۔ ہم جانتے ہیں جو کچھ ہم نے کیا۔ فرنگو کہتا ہے میں نے کیا۔ یہ غلطی ۹۶
اُس کی ہے۔ ہم سے لیتا تو ایسا نہ کرتا۔ اُس نے علم کو چھوڑا۔

۱۹ واجک۔ حکمتہ آلٰہی میں علم کو دخل ہے۔ مگر وہ علم ہمارا علم ہو۔ ہمارا علم ۹۷

ہمارا علم ہے۔ وہ اور بات ہے۔ ہمارا ہی علم علم کتابی اور علم تعلیمی ہے۔ عرب کو ہم نے کتابیں دیں۔ ایران کو ہم نے کتابیں دیں ہند کو ہم نے کتابیں دیں۔ جو انہیں پڑھاتے ہیں۔ ہمارا علم پڑھاتے ہیں۔ یہ اُجرۃ کے لئے بھی پڑھاتے ہیں۔ پھر بھی ہمارا ہی علم ہے بس یہی۔

۹۸ ہراجا۔ ہم نے تجھے کہا۔ تو نے لکھنا شروع کیا۔ ہم دیتے ہیں۔ تو لکھتا ہے یہ ہے علم الٰہی تو نے ہم میں ہو کر لیا ہے۔ ہمارے سوا دوسرا خیال تجھ میں نہیں آ سکتا۔ ۲۰

۹۹ نِشادن۔ جب ہم کچھ کہتے ہیں۔ تم کہتے ہو یہی خوب ہے۔ دل میں کہتے ہو بھی ہو۔ اس میں تو ہمیں بڑی خرابی ہو گی۔ ہم کہتے ہیں۔ اچھا۔ نہیں۔ کچھ نہیں وہ دیتے ہیں تو پھر وہی۔ اس میں ایک نہیں دو طرح کی خرابی ہو گی اول ہم کو شرابی ہونا پڑیگا کہ حد بے خبری کی شراب ہے۔ دوسرے جان میں بال بچے سب ہیں۔ ہم ایک کو ایک سے بچا نہ سکیں گے۔ یہ بھی کچھ نہیں۔ ہم

دیکھتے ہیں۔ جب یہ خود ہوتے ہیں با اختیار تو ہر بات میں چاہتے ہیں کہ جو ہم

کریں وہی انصاف ہو۔ اور انصاف تو ایک ہی ہے۔ پھر ہم انہیں اختیار

کیونکر دیں۔ یہ ہے وجہ بے اختیاری کی۔ اور حکم ہے کہ ہو تم مجبر ہیں۔ اور

ہم ہوئے ہیں جبر ان پر۔ ہم اپنے اختیار کو ان پر ظاہر نہیں کرتے۔ کریں تو

ہو جائیں یہ ایسے بد کہ پتھر اور لکڑ سے بھی زیادہ حرکۃ قسری میں ہوں۔

حرمانُ الارادہ۔ عرب کو ہم نے اس کے لئے لفظ نہیں دیا۔ یہی ہے جو کچھ

ہے۔ بس یہی۔ تو اسے سمجھا۔

جو کچھ ہوتا ہے وہ ہوتا ہے جیسے یہ کہتے ہیں عرب سے ہو ۱۲

نادی۔ ہم نے ایسی بات بیان کی جس کا ظہور آج ہو سکتا ہے۔ دھرم اور ۱۰۰

ایمان پر جو ہیں اور ہم نے انہیں قدرۃ دی ہے۔ وہ ظہور میں لائے۔ ہم

انہیں دینگے زیادہ قدرۃ جبکہ وہ ہونگے ہمارے حکم میں۔

ہیاوا ہم کہتے ہیں۔ تو سنتا ہے۔ ہم دیتے ہیں تو لیتا ہے۔ ہم نے تجھے

دیا۔ انہوں نے تباہ کیا۔ ہم ایک ایک کو جانتے ہیں، تو دیکھے گا کہ ہم انہیں ۱۰۱

کیاکرتے ہیں۔ اور ہم انہیں دکھائیں گے! یہی ہے حکم بس۔

چھٹا ملاپ

اس میں ہم وہ باتیں بیان کرینگے جو ہم سے متعلق ہیں وہ
ہم نے عرب کو دیں۔ انھوں نے اس کا نام الٰہیات رکھا
اور اس کا فن انتہا فلسفہ کا کیا۔ ہم سے نہیں تھا۔ اپنی عقل
سے تھا۔ نہ پایا ہم سے۔

۱۰۲ جنکا۔ ہم نے قدرۃ کو بڑا دکھایا تمہیں۔ یہ ہم ہیں۔ ہم ہر امر کر سکتے ہیں۔
ہم ہیں کہ ممکن کو امکان دیا۔ محال کو امتناع۔ واجب کو وجوب۔
۔ یہ مسئلہ ہم نے تجھ سے بیان کروایا۔ تو دہلی کالج میں پڑھتا تھا سید محمد
کے سامنے۔ اس نے سنا۔ اور سمجھ کر ایسا اُچھل پڑا جیسا کہ اب۔ تو نے

پھیلا کر آخر مطلب کو ویسا تیز نہ رکھا جہاں سے اُٹھایا تھا۔ بس یہی ہے۔

وِیاکا۔ ہم جو تجھے کہتے ہیں کہ یہ ہے۔ تو کہتا ہے یہی ہے۔ اگر تو کہے یہ نہیں وہ ہے۔ یہ ہے۔ نہ ہوگا وہ ہم سے پھر ہوگا تو اَور ہم اَور۔ یہ ہیں معنے اس مسئلہ کے۔ کہ ہم ہیں تجھ میں تو ہو ہم ہیں۔ یہی ہے۔ ۱۰۳ ویاوتا

وہ ہے۔ یہ ہے۔ اور جو ہے ہے گا وہ یہ جو میں کہتا ہوں نہ وہ جو تو نے کہا ۱۲

سِیاپا۔ جب ہم نے تجھے کہا۔ تو ہے۔ تو ہم جانتے ہیں کہ تو ہے۔ ہم یہ ایسا ہی جانتے ہیں جیسا جانتے ہیں کہ ہم ہیں۔ یہ ہے علم حضوری۔ علیم عالم معلوم سب ہم ہیں۔ جب ہم تیرے کام پر متوجہ ہوتے ہیں تو ہوتا ہے غیر ہیں۔ یہ علم حصولی ہوا۔ آفرینش کا جو علم ہے حصولی ہے۔ تو ہم آفرینش ہیں۔ اور بندے ہیں آفرینش میں۔ علم حصولی یہ ہے (مثلاً وہاں علم ہوا ایک شے کا وہ) سیاپا ہے ایشور اور بندہ کے علم کا امتیاز۔ عرب کو ہم نے اس کے واسطے لفظ نہیں دیا۔ ۱۰۴ علم حضوری

یہ عقول بندہ کا نہ فقرہ ہے ایشور کی طرف ہو گا

علم حصولی

حضوری ہے اور شے کی اور معلومات ... حصولی ... ۱۲

وِیاتا۔ ہم نے تجھے کہا کہ یہ نہ کر۔ تو نے نہ کیا۔ اور سمجھا کہ یہی خوب ہے۔ یہ خوبی ۱۰۵

ہوئی خوبی۔ ہم ہیں۔ تُو ہو ہم ہیں۔ ہو گا خوبی میں۔ یہ ہے ہماری طرف!

دنیا میں۔ وہ خوبی نہ ہو۔ تو بھی خُوبی ہی ہے۔ ہم ہیں کہ ہر خوبی کو خوبی کرتے

ہیں۔ اور بدی کو بدی۔ یہ ہے ہماری شان۔ پروفیسر آزاد تو ہوگا ہماری

شان میں۔ جو ہم نے دیا تو نے اُسے رضا سے نہ لیا مگر تسلیم سے زیادہ

رُتبہ مانا یہی ہے (ویانا)

۱۰۶ وَاَیَا۔ ہم نے تجھے خود دیا ہے جو کچھ دیا ہے۔ تو نے پایا ہے کہ مستوجب ۵

اُس کا ہے۔ ہم ہیں دینے والے۔ ہم جو کچھ دیتے ہیں سمجھ کر دیتے ہیں۔

تو نے لیا ہمارے توکّل پر۔ خوب ہو یا مضر۔ وہ خوب! مگر باعتبار دنیا

کے کبھی خوب کبھی ناخوب۔ تو نے دونوں کو خوب سمجھا۔ یہی ہے خوبی ہماری

تو ہے ہم میں۔ ہوئی یہ خوبی تیری۔ ہوا تو حامل زعامتہ کبریٰ کا۔ بس یہی۔

۱۰۷ وَاَیَا۔ ہم نے تجھے دیا تو نے لیا ہے۔ جو کچھ دیا ہے خوبی سے لیا ہے تو نے ۶

رضا کبھی تھی۔ کبھی نہ تھی۔ جو لیا ادب سے سر جھکا کر لیا یہی ہے جمیلو ایا

زعامتہ کبریٰ کا۔ ہم جو کہتے ہیں۔ تو کرتا ہے۔ نہیں مانتے۔ یہ ہونگے ہمارے عذاب میں۔ ہمارے عذاب کو یہ نہیں جانتے۔ اور مانتے ہیں تو ایسا جیسے کوئی تمسخر کرتا ہے۔ ہم انہیں بڑھاتے ہیں مگر ہم بھی اس میں استہزا کرتے ہیں۔ پچتائیں گے۔ نہیں سمجھتے۔ اچھا دیکھ لینگے۔ بس یہی ہے۔

الزعامتہ الکبریٰ

سیاما۔ ہم جب کسی چیز کو مانتے ہیں تو سب مانتے ہیں۔ اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ مانتے ہیں کچھ نہیں مانتے ہیں۔ جو نہیں مانتے اُنکی فہرست ہمارے ہاں ہوتی ہے۔ ہم اُن پر حجتہ الٰہی کو تمام کرتے ہیں۔ نہیں مانتے تو ہم انہیں خراب کر دیتے ہیں۔ یہ ہے منظور نہ کرنا حامل زعامتہ کا۔ دیکھ پروفیسر آزاد یہ ہے حکم ہمارا۔

۱۰۸ اختیار

ناوِیا۔ ہم نے تجھے کہا۔ تو نے مانا۔ ہم نے کہا نہ ہو۔ تو نے کہا۔ نہ ہوگا ہم ہیں کہ اپنی مصلحتہ کو جانتے ہیں۔ جو نہیں مانتے وہ ہیں کفر میں۔ ہم دکھاوینگے کہ جنہوں نے ہماری مصلحتہ کی پابندی نہ کی ہم اُن کو کیا کرتے ہیں؟ یہی ہے

۱۰۹ العصیان

جو کہ ہم کرتے ہیں۔ اور ممکن نہیں کہ جو ہمیں کرنا ہے اُس سے بال بھر بھی فروگذاشت
کریں۔

یاتو ۱۰ ہیاپا۔ جو ہم نے کہا وہی ہے! جو اس کے سوا ہے وہ نہیں! نہیں ۹
کوہاں کریگا وہ ہوگا عدول ہیں۔ تونے یہی کیا کہ رہا تو طاعہ یہی ہے
اطاعت۔ تونے یہی کیا۔ یہی ہے کہ ہوا ہے تو حامل اُس قدرت جو ہے
گرانبار ہمارے زعامت کبریٰ کے ذمہ ہے۔ یہی ہے حکم کہ ہو تو اپنی
خدمت پر۔ اور نہ کہہ تو کسی سے کہ میں کیا خدمت کرتا ہوں۔ بس یہی ہے
ہیاپا کے واسطے ہم نے عرب کو لفظ نہیں دیا۔

لنجر ۱۱۱ دیاپا۔ جب ہم کسی کو کچھ دیتے ہیں کہ وہ اُسے اچھا معلوم ہوتا ہے تب وہ ۱
کہتا ہے خوب پایا۔ جب ہم اُسے کچھ دیتے ہیں دکھ یا غم ہو۔ وہ کہتا ہے
یہ تو میں نہیں لیتا۔ ہم کہتے ہیں۔ یہ ہے۔ نہ لوگے تو اس سے زیادہ ہوگا۔
وہ کہتا ہے۔ اے ایشور یہ بھی نہ ہو۔ وہ بھی نہ ہو۔ ہم کہتے ہیں۔ یہی ہجر

یا یہ ہوگا یا وہ ہوگا۔ ہوتا ہے وہی جو ہم کہتے ہیں۔ یہ ہے مشیّۃ ہماری۔
ہمیں معلوم ہے جب ملا باقر تیرا بیٹا ہم نے لیا۔ تو نے کہا۔ خیر میرے ایشور
تیری مشیّۃ پوری تو ہوگئی۔ ہم نے کہا بیٹے سے نام روشن ہوتا ہے۔
ہم تیرا نام روشن کر دیں گے۔ تو نے اِسے معلوم نہ کیا اور منظور کیا۔ ہم نے
اُسے لیا۔ اور زعامۃ بلد کی دی۔ ۲ مہینے ۲۲ دن کے بعد ایک اور بیٹا
دیا محمد اکبر اُس کا نام ہوا۔ جب چھ مہینے کا ہوا وہ بھی ہمارے پاس ہوا تو نے
اُس پر صبر کیا۔

۱۱۲ دیاوا۔ ہم نے تجھے کئی دفعہ کہا اور پھر کہتے ہیں! یہ ہماری قدرۃ ہے کہ
تو لکھتا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ یہ ہماری قدرۃ ہے۔ اور تیسری دفعہ پھر
کہتے ہیں۔ ۔ یہ ہماری قدرۃ ہے کہ تو لکھتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ
ہماری قدرۃ کو مانتے نہیں۔ اچھا ہم انہیں دکھاتے ہیں

۱۱۳ ہیاو۔ ہم ہیں اپنے علم میں آپ علم! ہمیں کسی شئے کی احتیاج نہیں

ہر شے ہم میں موجود ہے۔ پیتا کا جا میا ہم ہزار برس ہوئے ہم نے لکھوائی

اس ہماری ۱۲ وہ ہمارے پاس ہے۔ وہ جس جس کو ہم نے دی ہے۔ تم میں ہے۔ اسمیں

اور اُن میں ایک حرف کا فرق نہیں۔ اب ہم لکھواتے ہیں۔ اور جہاں چاہتے

ہیں کھول دیتے ہیں۔ تم جو کچھ کر رہے ہو ہمیں معلوم ہے۔ ہم جب چاہینگے

تمہارا تدارک کریں گے۔ تم ہماری آواز کو سنتے ہو!۔ دیکھ پروفیسر آزاد ہم

ہیں!۔ ہم انہیں دکھادیں گے۔ وہ جو کہ ان کے خیال میں نہیں علم ہمارا!

ہم ہیں!۔ قدرۃ ہماری!۔ ہم ہیں!۔ جس وقت چاہیں ظہور دیں۔ یہ ہے

بس ———

۱۳ ۱۱۴ جیام ہم جب کہتے ہیں کہ یہ ہوتا ہے وہ۔ ہاں لکھ ہوتا ہے وہی۔ انکے

شیاطین وسوسے ڈالکر کیا خوش ہوتے ہیں۔ ہم نے وقوع دیئے!

یہ سمجھے! اور پھر باز نہ آئے۔ جہاں جو ارمان نکالنے تھے نکالے۔ اور کہا

کتاب میں جو لکھا ہے وہی کیا ہے کچھ اور نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں! اور سمجھتے

بغیر پڑھے نہیں کرنا

ہیں! اور نہیں دیکھتے کہ یہ مانیں گے نہیں۔ اب ہم ہیں! اپنی قدرۃ میں

دیکھو! لاہور والو۔ ہاں جو تم نے کیا ہے کبھی نہیں ہوا۔ ہندو و مسلمان

فرنگو شیطان ہم آگاہ کرتے ہیں۔ ہم ہیں۔ اور اپنے علم میں ہیں۔ اور اپنی

قدرۃ میں ہیں! ہم نے دیکھو! کتنے ہزار برس پہلے لکھا تھا۔ اور نام لکھ دیئے

تھے۔ مقام لکھ دیئے تھے۔ سنہ۔ مہینے۔ تاریخ۔ دن سب لکھ دئے تھے

دیکھ لو! کیسا حرف بحرف ظہور دیا ہے۔ کیا ہم تمہارے کفر و عصیان کی

سزا نہ دیں؟ دیکھ! ہمارا وقت آتا ہے! وقت ہمارا ہے! ہم جب چاہیں

ظہور دیں! یہی ہے۔

۱۴۱ نیپ۔ ہم میں کچھ شوق نہیں کہ یہ بات ہو تو کیا خوب ہو۔ یہ امر بڑھتے 115

بڑھتے آرزو ہو جاتا ہے۔ اور آغاز ہی زور سے اٹھے تو امنگ ہے۔ ہم

میں ان میں سے ایک بھی نہیں۔ ہم ہیں اپنی مرضی پر۔ مرضی ہماری ہے

مصلحتہ جو ہم کرتے ہیں مصلحتہ کرتے ہیں۔ یہ ہے ہمارا حکم کہ ہو تو اس طرح۔

تجھے ہم نے وہ جوہر کیا کہ ہماری مرضی سے اثر پذیر ہے۔ دِق نہیں ہوتا۔ یہ کیفیّت عالم اجسام میں ہم نے کسی کو نہیں دی۔ بس یہی ہے۔

۱۱۶ جُنُو۔ ہم ہیں اپنے کام پر۔ ہمارے کام ہم ہی جانتے ہیں۔ بندو! تم ہی کہتے ہو ہژدہ ہزار عالم۔ عالم ہمارے ہم ہی جانتے ہیں۔ تُو ہو ایک نقطہ پر۔ ہم ایک دھیان سے سب کو دیکھ رہے ہیں۔ حکم ہے یہی کہ ہو تُو اسطرح۔ خرابی ان کی حد سے گذرنی کچھ بڑی بات نہیں۔ ہم اس سے زیادہ انہیں خراب کریں یہ کیا بڑی بات ہے!۔

۱۱۷ ہمنا۔ حِلم نے بہت کچھ کیا مگر نہ ہوا وہ جو کہ ہونا چاہیئے تھا۔ اب اگر ہو تو تیرے کئے ہو۔ تُو کون؟ ہم۔۔۔۔۔۔۔۔

۱۱۸ ستنا۔ جب ہم نے مایۂ عالم کو انبساط دیا۔ کچھ نہ تھا۔ ہوگیا۔ ہوتا گیا۔ بگڑتا گیا۔ یہ بھی ہم سے تھا۔ یہ بھی ہم سے تھا۔ جو بہت برسوں میں بگڑتے تھے۔ کیا ہم اُن کو ایک ہی دفعہ نہیں بگاڑ سکتے؟۔ ہم بگاڑتے ہیں اور ایسا بگاڑتے ہیں

سنبھلنا تو کیا؟ گڑگڑائینگے ۔ اور رُو رُو کر مانگیں گے ۔ اور نہ پائیں گے ۔ ہم پوچھیں گے اِن سے کیوں صاحب زور اب کہاں؟ ہم ہیں اپنے عدل پر ۔ دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں ابھی تو بہت کچھ ہے ۔ ابھی تو تجھ جیسے بہت ہیں اور بہت ہیں ۔ اور بہت ہیں ۔

۱۱۹ بگیچھوٹا

وکا ۔ ہم نے دنیا کو بنایا اور بگاڑا ۔ پھر بنایا پھر بگاڑا ۔ وہ بنی اور بگڑی ۔ بنی اور بگڑی ۔ بنی اور بگڑی ۔ اَبکے ہم اسے ایسا بنائیں گے کہ پھر نہ بگڑے یہ بنے گی ہماری بنائی ۔ ہم ہونگے اس کی حفاظت کرنے والے ہم بگاڑینگے اور سخت بگاڑیں گے بگاڑنے والوں کو ۔ یہی ہے اس کی حفاظت کہ ہونگے ہم ہر بدی کو لینے والے ۔ اور مجرم کو مُہلت دینے والے ۔ جُرم اُس کا جتا کر نہی سہے ۔

۱۲۰ ہپاپوتا

جوا ۔ جو ہم نے کہا ۔ کیا ہے ۔ ہم وہی کہتے ہیں جو ہم کر دیتے ہیں ۔ دیکھو تم ہم سے وہ مانگتے ہو جو ہم نہ کرینگے ۔ اور تم جانتے ہو کہ جو ہم نہ کرینگے نہیں کرینگ

وہ نہ ہوسکیگا! تم سے۔ نہ کسی سے۔ کیوں کرتے ہو تم؟ بگڑ جاؤگے۔ یہی ہے۔

۱۲۱ ہجا۔ جس کو ہم نے کہا یہ ہے! وہ ہے۔ ہم نے کہا یہ نہیں ہے! وہ ہے

نہیں ہوگا۔ یہی ہے ہماری قدرۃ کا اصل اصول۔ ہم کہتے ہیں کہ جو ہم سے

(حاشیہ: ...کریگا یعنی ظہور ... نہیں ہوگا)

ہے۔ وہ ہے۔ جو ہم سے نہیں وہ نہیں ہے۔ جو کریگا۔ وہ نہ ہوگا۔

۱۲۲ سپا۔ کیا ہم نہیں جانتے کہ کیوں تجھے تباہ کر رہے ہیں؟ ہم انہیں

مہلۃ دیتے ہیں۔ یہ مہلۃ کو نہیں مانتے۔ ہم انہیں تباہ کر دیں گے۔ اور

مہلۃ نہ دینگے۔ یہ ہیں مستوجب اسی کے۔ دیکھنا! کیسی خرابی ہوتی ہے۔ پلک

جھپک میں ہوگا۔ بس یہی۔

جمع ۱۲۳ وسا۔ یہ ہے ہماری قدرۃ کہ ہم کہتے ہیں۔ تو سنتا ہے۔ ہم دیتے ہیں تو

لیتا ہے۔ وہی لکھتا ہے جو ہماری مشیئۃ میں ہے۔ تو ہماری قدرۃ پر سر

جھکاتا ہے اور کہتا ہے۔ اے میرے واجب العبادۃ میں ہوں عبودیۃ

میں ہوں بندگی میں۔ یہ کون جانے؟ کہ ہم نے تجھے پیدا کیونکر کیا ایسا؟ ہم

ہیں اپنی صنعت۔ ہم ہیں صنعت کے مالک یہی ہے +

ہمتا۔ ہم نے اپنے ہر کام کا نام رکھا ہے۔ کام ہمارا ہے۔ نام ہمارا ہے۔ ہم جو کہکر پکارتے ہیں وہی ہے نام۔ تو نے ہمارے ناموں کو مانا ہم نے تجکو دیئے۔ تو معانی لفظی لیگا۔ تو اِسموں سے مسمّاؤں کو لیگا۔ لیگا جبھی کہ ہم دیں گے۔ بس یہی ہے +

ساتواں ملاپ

اس میں ہم نے اُن اُمور کا بیان کیا ہے جو حواس خمسہ سے متعلق ہے +

جب ہم کسی چیز کو دیکھتے تو کیونکر دیکھتے ہیں ؟

تم دیکھتے ہو آنکھوں سے ۔ یا اور حواسِ خمسہ سے محسوس کرتے ہو۔ یا

حواس باطنہ سے تعقل کرتا ہے ———— ہم میں ہو۔ اور ہم سے

لو۔ جو اس طرح معلوم ہو وہ درست! یہ ہے ہمارے ہی راہ دریافت کرنے کے

لئے۔ یوں ہے ہم سے مانگنے کا طریق۔ بس یہی۔

جب ہم اُسے سوچتے ہیں تو کیونکر سوچتے ہیں؟

تم سوچتے ہو تعقل کر کے۔ تمہاری عقلیں ہیں بہت۔ اور ہر ایک کے کام

ہیں الگ۔ تمہیں چاہیئے اُن سے کام لو۔ وہ ہوتی ہیں ہم میں۔ اُن سے

جو کچھ ہوگا ہم سے ہوگا۔ ہوگا وہ قابل اطمینان کہ ہوگا ہم سے۔ یہی ہے۔

۳ جب وہ ہمیں نظر آتی ہے تو کیا ہوتی ہے۔

وہ مرئی ہوتی ہے۔ مگر آنکھوں سے۔ بس یہی۔

۴ جب شئے سمجھ میں آتی ہے تو کیا ہوتی ہے؟

قوائے عقلیہ کے ذریعہ سے سمجھ میں آتی۔ اسی واسطے وہ خود عقلی ہوتی ہے

جسم محسوس اُس پر نہیں ہوتا۔ ہم نے اُسے ایسا بنایا ہے کہ وہ آتی ہے اور

نہیں آسکتی سمجھ میں ہم اگر چاہیں تو آبھی سکے۔ یہ ہے ہماری مرضی بس یہی

۵ جب وہ بھول جاتی ہے تو کیا؟

جب وہ بھول جاتی ہے تم گھبراتے ہو۔ سوچتے ہو۔ یاد کرتے ہو۔ کتابوں میں
دیکھتے ہو اور پھرتے ہو سوچتے ہوئے۔ اس میں بات اکثر یاد آجاتی۔ ہم سے
لو کہ ہم تمہیں دینگے۔

۶ جب پھر یاد آتی تو کیا؟

تم بڑے خوش ہوتے ہو۔ اور ہمارا بھی شکرانہ بجالاتے ہو۔ تمہیں خبر
نہیں ہوتی کہ ہم ہیں دیکھنے والے۔ ہم ہیں دیکر خوش ہونیوالے۔ ہم سے یہ
بھی مانگو ہم دیں گے۔ بس یہی ہے۔

۷ جب اسے سوچتے ہیں تو کیونکر سوچتے ہیں

سوچنا یہی ہے کہ عبارۃ پڑھی۔ اگر کتاب سامنے ہے۔ آپ سوچا اگر
نہیں ہے کتاب۔ لیکن اصل مسئلہ خیال میں ہونا چاہئے۔ اگر کتاب

سامنے نہیں ۔ کچھ بھی نہیں تو ہم سے مانگے ۔ ہم دینگے ۔ اور کیونکر مانگے یہ سکھے پروفسر آزاد سے ۔ ہم نے اُسے ۵ کتابیں دیں

۸ جب نہیں تو کیونکر؟

چُپ بیٹھے ۔ کچھ سوچا ۔ ہائے وہ کیا خوب دن تھے! وہ کہاں؟ ہائے وہ کہاں؟ افسوس وہی دن خوب تھے ۔ ہم کہتے ہیں ۔ تو ہو ہم میں ۔ جب ہم میں ہوگا ۔ تُو اور وہ ایک ہونگے ۔ تجھے یہ بھی خیال آتا ہے ۔ اگر یوں ہو تو کیا خوب ہو! ہم کہتے ہیں ۔ یہ ہوگا حدوث کے عالم میں ۔ وہی انجام وہی افسوس ۔ ہائے کیا ہوا ۔ ہائے کیونکر؟ یہ افسوس یا تو کرے گا یا وہ ۔ تُو قِدَم کے ساتھ وابستہ ہو کہ خود قِدَم میں ہو ۔ اور یہ بڑی چیز ہے اگر ہو جائے ۔ بس ۔ یہی ۔ ہے ۔

۹ وہ بڑی چیز ہو تو کیونکر ہو؟

یہ بڑائی تمہاری نسبت سے ہوتی ۔ تم اپنے اور اُس کے لحاظ سے بڑا سمجھتے ہو

بڑائی دیکھو ہماری نسبتہ سے۔ ہر شئے ہم۔ ہر شئے ہم سے۔ ہر شئے ہم سے
بڑائی کیا رہی؟ سمجھو۔ تم ہو ہماری طرف۔ تم ہو ہم میں۔ ہم ہوں تم میں۔
جسقدر ہم میں ہوگے۔ اُتنے ہی تم غیروں سے بالاتر ہوگے۔ یہ ہے بڑائی
اوج ہے بڑائی۔ آؤ تم اوج میں۔ ہوگے بڑائی میں۔ ہے یہی۔

۱۰ | جب ایسے ہو تو کیونکر ہو؟

تم اوج میں ہو تو ہو ہماری طرف۔ اور جسمیّتہ کے اعتبار سے ہو دُنیا میں۔
اُدھر رہو ضرورتوں کی مقدار میں۔ اِدھر رہو جو کچھ ہو۔ تم جس طرح ادھر رہو سے
اس طرح کوئی ہوا نہیں۔ اِدھر سے اُدھر فیضان نے ظہور نہیں کیا۔ دنیا کے لوگ
حیرۃ کرتے ہیں۔ اور ہو گئے درپے آزار۔ اِن کے آزاروں کو ہم توڑیں یہہ
مشکل نہیں۔ تم کو حد سے زیادہ آزار پہنچا رہے ہیں ہم دیکھ رہے ہیں۔ تم ہمیں نہیں
چھوڑ سکتے۔ اور ان کی خوشامد بھی ہو نہیں سکتی۔ تم سے کہ نہیں کی تم نے۔ نہ تمہارے
بزرگوں نے۔ ہم بھی تم کو نہیں چھوڑتے۔ توڑا ہے ہم نے انکو اور توڑینگے بس یہی ہے

۱۱ **وہ تو کچھ ایسی بڑی نہیں**

جب تم ہم میں ہو تو کوئی چیز تمہیں بڑی نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن ہو تم دنیا میں۔ دنیا اپنے تئیں بڑا سمجھتی ہے۔ ہمارے ہاں علم بڑائی عقل بڑائی۔ ادہر کا شوق بڑائی۔ اس کی ریاضتہ بڑائی۔ دنیا اسکی تحقیر تم اس ہیں۔ ہم دینگے تمہیں اس ہیں گذارہ۔ ہم دینگے تمہیں وہ کہ لینگے تمہیں۔ اور دینگے آسودگی۔ ہم ہیں اور ہیں تمہارے ساتھ۔ ہم ہیں نیا ئسا۔ جو کچھ کہا ہے حکم سے کہا ہے

بس یہی ہے۔

۱۲ **یہ تو کچھ ایسی بڑائی نہیں۔**

یہ دنیا ہے ہمارے ہاں یہ بڑی نہیں ہم ہیں قدم یہ ہے حدوث ہم اسے کچھ سمجھتے نہیں۔ اس کا زور ہم تک نہیں پہنچتا۔ ہمارا زور اس پر پہنچتا ہے ہم ہیں قوائے مجردہ۔ یہ ہیں اجسام ہم نے ترکیب اور ترتیب دیئے ہیں ہم چاہیں تو توڑ کر کھنڈا دیں۔ مگر حکم ہیں انکے۔ انہوں نے مہلت دی ہے۔ اس مقام میں ہم

انہوں کی بہت جنتیں ہیں
ان میں سے وہ ہی جانے گی ان
کہاں سے حکم ہے مہلت کا ۱۲

بے اختیار ہیں۔ تمہیں حکم ہے اِن میں رہنے کا۔ یہ ہیں بد۔ ہم دیکھ رہے ہیں جب
اس درجہ پر آئینگے۔ ہم انہیں کھنڈا دینگے۔ ایسا کہ ہونگے نہ ہونگے۔ کوئی نہ
جانیگا کہاں گئے۔ تمہیں انہوں نے روٹی سے عاجز کیا ہے۔ یہ کیا بڑی
بات ہے۔ روٹی ایسی بدعورتوں کے ہاتھ میں دی ہے۔ کہ دنیا کی بدا۔
یہ انہوں نے نہیں ہم پہنچائیں ہم نے لکھ دیا کہ ان سے احتیاط رکھنا۔ بتائیں
احتیاط کیلئے۔ انہوں نے اُنہی کو لیا اختیار کے لئے۔ ہمارا سمجھا ہوا تھا۔ اب
دیکھنا پچتائیں گے۔ معلوم ہوگا روٹی کا ٹکڑا کیسی بڑی چیز ہے۔ یہ تمہیں
کہتے ہیں۔ روٹی کے ٹکڑے کا محتاج کر دینگے۔ ہم دیکھو انہیں کیسا محتاج
کرتے ہیں۔

نراکار کی بارگاہ سے آواز ہوئی ہم ہیں اپنے میزان عدل پر تول رہے
ہیں تمہارے نظاموں کو۔ ہاں۔ بھاگنا نہیں۔ یہیں ہوگا جو کچھ ہوگا ہم
پھر کہتے ہیں۔ ۔ ہم ہزار برس پہلے ہم نے جن جن کو لکھ دیا تھا۔ دیکھو کیسا ٹھیک

وقت پر ظہور دیا ہو۔ کیا ہم انہیں ٹھیک وقت پر فنا نہیں کر سکتے۔ اور نہ فنا کریں؟
کیا خوار نہیں کر سکتے؟ ہم ہیں! - ہم ہیں! - ہم ہیں! بس یہی ہے!

۱۳ اب ہم کیونکر دیکھیں کہ سمجھ میں آئے - یہ بڑی تو نہیں -

تم ہو ہم میں - ہم ہوں تم میں ہم دیں - تو تم لو - ہم کہیں - نہیں - تو تم کہو یہ
نہیں ہونی چاہئے - اسکی تاثیر یہ ہوگی کہ جسکو دنیا کے لوگ بڑا ہی سمجھتے ہیں تمہیں
بڑی نہ معلوم ہوگی - یہ ہے -

۱۴ اب کیونکر سمجھ میں آئے کہ بڑی ہے -

ہاں - بڑی ہی ہے - تم ہو دنیا میں ہو وہاں اور آؤ ادھر - ہو ہمارے حکم میں جو کام
کروگے وہ ہمارے حکم میں ہوگا - حکم ہمارا ہوگا - کروگے تم - یہ ہوگی دنیا میں بڑائی
جو یہاں ہیں وہ نہیں کر سکتے - تم وہاں ہو - کر سکتے ہو - ہم اسے عرب میں کہوائینگے
ناسوت میں
دنیا - ادھر کی کشتکاری ہے ادھر یہ ہے -
عالم علوی میں

۱۵ مجھے تو کچھ اس سے مطلب نہیں - حکم ہے -

حکم ہے تمہیں کہ ہو یہاں۔ ہو تم اس طرح یہاں۔ گویا حکم سے بیٹھے ہو۔ حکم

اُٹھ جائے۔ ہو جاؤ صاف اُدھر۔ کوئی بات اِدھر ایسی نہ ہو جسکے لئے شوق دل

کا اِدھر ہو۔ شوق جو ہو وہ ہماری طرف ہو۔ یہ معنے ہیں اس کلام کے۔ بس یہی ہے۔

مجھے کیا غرض حکم نہیں۔

مجھے کیا غرض کہ حکم کا ہے جو حکم ہوا کہ یہاں نہیں ادھر ہوتے ہیں تو کیا ادھر سے

دنیا کو ہم نے عجائب و غرائب سے سجایا ہے۔ ہم نے اسے دل پذیر اور دلکش

کیا ہے حدوث دیکر جب اسے قیام نہیں تو ہوتو ہم ہیں۔ اور حکم ہے ہماری طرف کا۔ ہوگا

شوق ہماری طرف۔ اور ہوگا تو ایسا بے نیاز گویا غرض نہیں کچھ۔ یہاں سے ناسوت سے

اُدھر ہوتے وقت۔ حکم سے ہے جو غرض ہے۔ یہی ہے بس۔

بس یہی۔

ہم نے پتا کا جامیا ئو یہاں ختم کیا۔ دیکھ سری جے چند تو ہی راجوں کا راجہ مہاراجہ

یہ ہم نے کیا ہے تجکو۔ آج ہے تو ایسا۔ جو حکم ہم دیتے ہیں۔ تو جاری کرتا ہے۔ وہی ہوتا ہے۔ آج کی ہم ہزار

برس بعد تو ہوگا پروفسر آزاد۔ اسی کتاب کو لکھیگا تو اپنی زبان میں اُسے اُردو کہینگے۔

اُردوِ اتیر الشکر ہے۔ زبان کا نام یہ ہوگا۔ ہمنے جو کچھ بتایا ہے وہی تُو نے لکھا ہے ہم اُسوقت
ان سب کو ظہور دینگے۔ پھر بھی کافر ایسے ہونگے کہ ہماری قدرۃ کو نہ مانینگے۔ یہ ہیں ہماری
باتیں ہمیں انکار کردینا کچھ مشکل نہیں۔ ہم اپنے وعدہ کو پورا کرنے میں ہر وقت قادرِ توانا
ہیں مرضی ہماری وقت ہمارا ہے۔ جو نہیں مانتے ہمنے اُنہیں سُنا دیا ہے۔ نہ مانینگے پچتائینگے
اور ایسے بلبلائینگے کہ روئینگے۔ اور سر پکڑ پکڑ کر رہینگے۔ ہم اُسوقت بھی پوچھینگے کیا ہوا؟
عقل کچھ نہیں چلتی؟ یہ ہاتھ جوڑ جوڑ کر دعا مانگیں گے۔ ہم کہیں گے۔ اب نہیں ہوسکتا
جو ہوگیا ہوگیا۔ یہی ہے حکم! اب ہم تجھے کہتے ہیں۔ تو ہے پروفسر آزاد۔ لکھ تو اپنی
طرف سے۔ سری مہاراج میں کیا عرض کروں۔ جو حضور سے ارشاد ہو وہی ہو۔ اچھا
ہم کہتے ہیں۔ اے میرے ایشور تو نے کہا۔ تو نے لکھوایا مجھ میں کیا طاقت ہے۔ ابغد گانہ
تُو نے کہا بس میں نے کہا بس یہی خاتمہ ہوگیا۔ (ہاں پروفسر آزاد) لکھ
آج ہے ۲۲ ماگھ بدی سمت ۱۸۵۳ جنوری کی پہلی سنہ ۱۸۹۶ عیسوی۔ ربیع الثانی کی
۲۶ سنہ ۱۳۱۶ ہجری۔ دن ہے بُدھ کا۔ دیکھ یہ ہے معجزہ ہمارا۔ ۴ ہزار برس کے
بعد ہم نے اس کتاب کو تجھے لکھوا دیا۔ سنہ مہینے۔ مہینوں کی تاریخیں۔ دن
کسی میں فرق نہیں۔ یہ ہے ہماری حکمۃ جب ہم اپنا فلسفہ کام میں لائینگے ٹھیک
وہی وقت ہوگا جو ہم وعدہ کر چکے۔ یہی ہے! یہی ہے! یہی ہے! بس! +